ایک لاجواب کتاب

الامتیاز

بین

الحقیقت و المجاز

مؤلفہ

فاضلِ جلیل حضرت مولانا مولوی محمد نبی بخش حلوائی رحمہ اللہ صاحبِ تفسیرِ نبوی

مکتبۂ نبویہ گنج بخش روڈ ◎ لاہور

مسائلِ علمِ غیب ○ اِستمداد ○ تصرفِ اولیاءاللہ پر

ایک لاجواب کِتاب

الامتیاز

بین

الحقیقت والمجاز

مؤلفہ

فاضلِ جلیل حضرت مولانا مولوی محمد نبی بخش حلوائی رحمہ اللہ صاحبِ تفسیر نبوی

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ ◎ لاہور

marfat.com
Marfat.com

کتاب .... الامتیاز بین الحقیقت والمجاز،

مصنف .... مولینا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ
مؤلف تفسیر نبوی،

موضوع .... علم غیب - استمداد - اور تصرف اولیا اللہ

صفحات ۱۴۴

سائز .... $\frac{۱۸ \times ۲۲}{۸}$

سال طباعت ایڈیشن اوّل ۱۹۶۶ء

سال طباعت ایڈیشن سوم ۱۹۹۳ء

طابع .... الکتاب پرنٹرز - لاہور

ناشر .... مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ لاہور

قیمت .... ۴۳ روپے

marfat.com
Marfat.com

فہرست عنوانات

عنوان	صفحہ
حدیثِ رفتگان	۷
حرفِ آغاز	۱۷
علم غیب	۲۰
اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ	۲۲
حوالہ جات	۲۲
علم غیب عطائی	۲۳
امام فخر الدین رازی کا فیصلہ	۲۸
صاحبِ خازن فرماتے ہیں	۲۸
صاحبِ مدارک کی تشریح	۲۹
بیضاوی کی وضاحت	۲۹
صاحبِ خازن مزید فرماتے ہیں۔	۲۹
عالم ماکان و مایکون۔	۳۱
ملّا علی قاری کا استدلال۔	۳۲
شیخ محدث دہلوی کی رائے۔	۳۳
ایک حدیث	۳۳
علوم جزئی و کلی۔۔	۳۴
ابی بن کعب کی روایت۔	۳۶

marfat.com
Marfat.com

عنوان	صفحہ
ایام ولادت۔ فوت اور قیامت کا علم	۳۷
تفسیر رُوح البیان کی وضاحت۔	۳۸
علامہ خرپُوتی کا عقیدہ	۳۹
لَوح کے علوم کا علم	۴۰
شارح قصیدہ بُردہ کی وضاحت	۴۰
تمام مخلوقات کا علم۔	۴۱
علم غیب پہ احادیث نبویؐ	۴۳
حضرت حسینؓ کی ولادت کی خبر	۴۵
کسریٰ ہلاک ہوگا !	۴۶
فتح خیبر کا علم۔	۴۶
صحابہ کے ہر سوال کا جواب۔	۴۶
ایک صحابی کا حشر۔	۴۷
خلافت راشدہ کی مدت کا تعین۔	۴۷
امام حسنؓ کے کردار کی وضاحت۔	۴۸
علماء امت کے نظریات۔	۴۸
مُلّا علی قاری۔	۴۹
شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۴۹
ابن تیمیہ۔	۵۰
منکرین علم غیب کے دلائل۔	۵۰
صاحب تقویۃ الایمان کا عقیدہ۔	۵۳
وما ادری وما یفعل بی کی دلیل۔	۵۸

marfat.com
Marfat.com

عنوان	صفحہ
پانچ چیزوں کا علم۔	۵۹
علم نزول باراں۔	۶۳
علم ما فی الارحام۔	۶۳
موت کے وقت اور مقام کا علم۔	۶۸
علم شعر	۷۱
رُوح سے بے خبری۔	۷۲
علم الساعت۔	۷۴
منکرین علم غیب کے شبہات	۷۵
علم غیب کے قائلین اور منکرین کا محاکمہ۔	۸۷
افراط و تفریط	۸۹
مسئلہ استمداد	۹۶
استمداد پر دلائل۔	۹۶
قبل از ولادت حضورؐ سے استمداد۔	۹۷
انبیاء حضورؐ کی امداد کرتے ہیں۔	۱۰۰
یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ۔	۱۰۴
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ۔	۱۰۴
تصرف و قدرت و ہمت۔	۱۰۶
حضرت سلیمانؑ کے دربار میں ایک مکالمہ۔	۱۰۹
حضرت جبرائیلؑ بیٹا دیتے ہیں	۱۱۰
اللہ اور اس کا رسولؐ مدد فرماتے ہیں۔	۱۱۱
شاہ اسمٰعیل دہلوی بزرگانِ دین کے تصرف کے قائل تھے۔	۱۱۱

marfat.com
Marfat.com

عنوان	صفحہ
خواجہ باقی باللہ کا ایک دلچسپ واقعہ۔	۱۱۳
علماء اہلسنت کا عقیدہ تصرف۔	۱۱۴
حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کا نظریہ۔	۱۱۶
حضورؐ کی دُعا سے قبریں روشن ہو گئیں۔	۱۱۷
حضرت موسیٰؑ بوڑھی عورت کو جنت دیتے ہیں۔	۱۱۸
جو کچھ مانگو دونگا۔	۱۱۹
حضرت آدمؑ نے حضرت داوٗد کو اپنی عُمر عطا کی۔	۱۱۹
تصرفاتِ انبیاء و منکرین کے اعتراضات اور اُنکے جوابات۔	۱۲۱
مولوی وحید الزمان کی شہادت۔	۱۲۳
فیصلہ آپ کریں!	۱۲۴
ایک حدیثِ قدسی۔	۱۲۶
کسی نبی یا ولی کو دُور و نزدیک سے بخطاب حاضر پکارنا۔	۱۲۷
نبیؐ رحمت وسیلہ ہیں۔	۱۳۰
روضۂ اطہر پہ حاضری کے وقت۔	۱۳۱
حضرت امام اعظم کی التجاء۔	۱۳۲
بعد از وفات دعاء۔	۱۳۳
منکرین کے اعتراضات اور ان کے جوابات	۱۳۴
ہمارا عقیدہ۔	۱۳۶

marfat.com
Marfat.com

حدیثِ رفتگان

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

دور ہا باید کہ تا یک مردِ حق پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

تذکرہ نویس کا قلم جب بھی اہل اللہ کے سوانحی نقوش کو ترتیب دینے پر آمادہ ہوا تو مصنف کی معلومات اس کی رفتار کا ساتھ نہ دے سکیں۔ تاریخ پیدائش۔ بچپن کے مشاغل۔ عنفوانِ شباب کی جدّوجہد۔ جذب و سلوک کی منازل۔ جوانی کے کارنامے۔ احباب سے معاملات۔ معاصرین کے تاثرات۔ غرضیکہ مہد سے لیکر لحد تک، ہزاروں داستانیں۔ لاکھوں سرگزشتیں اور اَن گنت کیفیتیں ہوتی ہیں جو تذکرہ نویس کی نارسائیٔ ذہن کا مذاق اُڑاتی ہیں۔ اس ناکامی کو چھپانے کے لئے ناظرین کی ضیافتِ طبع کے لئے کچھ محاسن و مناقب، چند فضائل و برکات اور خرقِ عادات کی ایک طویل فہرست اپنے دلکش انداز میں پیش کر کے حقِ تالیف ادا کر دیا جاتا ہے۔ اہل اللہ کی زندگی کی وسعتوں کا اندازہ اسی حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ جہاں ہماری علمی معلومات نے ذرہ سے آفتاب کی بلندیوں قطرہ سے سمندروں کی گہرائیوں کا کھوج لگا لیا ہے وہاں اہلِ دل کی زندگی کے ایک لمحے کے اسرار و رموز کی جستجو کے لئے صدیاں گزار دیں مگر ناکامی کے سوا کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ ہاں جس خوش قسمت نے بادۂ عرفان کا ایک گھونٹ پی لیا وہ سرمستِ محبت اہل اللہ کا اس طرح رازدار بنا کہ اس کی اپنی خبر عنقا ہو گئی۔

کاں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

دنیا کے شہنشاہوں، جنگجوؤں، فاتحین اور فرمانرواؤں کی داستانِ حیات لکھتے لکھتے اہل علم کے جس نکتہ آفرین قلم نے اپنے کمال کا لوہا منوایا۔ وہ ان گلیم پوش گوشہ نشینوں کی داستانِ حیات لکھنے لگا تو اپنے عجز کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکا۔ جہاں ہمارے علم کی سرحدیں ختم ہوتی ہیں وہاں سے اہل اللہ کی سوانحی منزل کا آغاز ہوتا ہے اور جہاں ہماری تگ و دَو کے پَر جلنے لگتے ہیں۔ وہاں سے اہلِ دل کا قدم اوّلین اٹھتا ہے

در جستجوئے ما نہ کشی زحمتِ سراغ — آنجا رسیدہ ایم کہ عنقا نمی رسد

marfat.com
Marfat.com

ایسی ہی نارسائی معلومات کا معاملہ ہمیں بھی درپیش ہے۔ حضرت مولینا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کی سادہ زندگی کے حالات قلمبند کرنے بیٹھے تو یوں معلوم ہوا کہ ابھی ابھی ہم سے جدا ہوئے ہیں۔ ابھی تک انکی دلنواز آواز کانوں میں گونج رہی ہے۔ ابھی تک انکا شہر اپنی انقلابی آویزشوں کا گہوارہ ہے۔ ابھی وہ گلیاں اسی حالت میں ہیں جہاں وہ آیا جایا کرتے تھے۔ ابھی لاہور کے کوچہ و بازار میں ان کے نقش پا ملتے ہیں ابھی ان کے اعزہ و اقارب ان کی باتیں سنانے کو زندہ ہیں۔ ابھی ان کے معاصرین ان کے علمی رموز و نکات کو نہیں بھولے مگر ہمارے لئے یہ سارے اسباب اتنے ناکافی ثابت ہوئے کہ ان کے بحر اوصاف سے ایک قطرہ بھی حاصل نہ کر سکے۔ ؎

ما ہمچناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

دراصل اہل اللہ کی زندگی میں لیل و نہار کی گردش، حوادث زمانہ کے دنیاوی نشیب و فراز اور ہنگامی تحریکیں پرکاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔ یہ چیزیں ایک دنیادار کی زندگی کی متاع عزیز ہیں اور دنیا والے اس پہ فخر بھی کرتے ہیں۔ مگر اہل اللہ گردش لیل و نہار سے بے نیاز ہو کر انسانیت کے ہر دور میں مہر و وفا کا سبق دیتے ہیں اور یہی ان کی زندگی کا نصب العین ہوتا ہے۔ ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم — از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

بادشاہوں کے مخصوص خاندان ہوتے ہیں نسلاً بعد نسلاً سلطان ابن سلطان پیدا ہوتے چلے آتے ہیں۔ ایک کی موت دوسرے کی تاجپوشی کا پیغام لاتی ہے۔ تاج و تخت کی یہ وراثت حالات کے سنوارنے میں بڑی اہم ہوتی ہے اور اس طرح ان کی زندگی کے حالات پشت در پشت قلمبند ہوتے رہتے ہیں اگر کوئی نئی شخصیت اپنے زور بازو سے گمنامی کے کسی گوشہ سے ابھر کر دنیائے شہنشاہیت میں قدم رکھتی ہے تو اہل علم کے قلم اس کے حالات و مناقب لکھنے کے لئے جھک جاتے ہیں مگر درویشوں کے ہاں فلاں ابن فلاں کا سلسلہ ہی نہیں۔ یہاں خانوادوں، رنگوں، نسلوں اور شکلوں کو شمار میں ہی نہیں لایا جاتا۔ یہاں تو نگاہ یار کی بے نیازیاں ہیں۔ اونٹوں کے ساربانوں کو عرب و عجم کی حکمرانی بخش دی جاتی ہے۔ بوریا نشین عرش نشین بن جاتے ہیں۔ تہیدستوں کو دنیا کی سلطنتوں کی تقسیم پہ مامور کر دیا جاتا ہے اور کالے حبشیوں کو بیت الحرام کی چھت پہ کھڑے ہو کر اذان دینے کا شرف بخشا جاتا ہے۔ رنگ و نسل پہ ناز کرنے والے محروم رہ جاتے ہیں اور گمنام والدین کے نیاز مند بچے صف اوّل میں جگہ پاتے ہیں۔ ؎

marfat.com
Marfat.com

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

مخدومنا حضرت مولانا حلوائی رحمۃ اللہ علیہ قدرت کی فیاضی کا مظہر تھے۔ وہ لاہور کے ایک متوسط ارائیں گھرانے میں ۱۳۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ والدین کا سارا قبیلہ لاہور کے لئے سبزیاں اگاتا۔ لاتا اور فروخت کر دیتا آپ کے بڑے بھائی قادر بخش ہوشیار و ذہین نظر آتے تھے۔ والد میاں محمد وارث نے انہیں سکول کی تعلیم میں لگا دیا۔ حضرت مولینا لکنت زبان اور سادگی کی وجہ سے ایک حلوائی کے پاس فن معیشت کے لئے شاگرد بٹھا دیئے گئے۔ ہوشیار بھائی اپنی ہوشیاری کی بدولت نیری جماعت سے بھاگ کھڑے ہوئے اور پھر سکول کا منہ نہ دیکھا مگر سادہ لوح نبی بخش دکان کے کام سے فارغ ہو کر مسجد کے درو دیوار سے اتنا مانوس ہوئے کہ چند برسوں میں قرآن سیکھ کر ذوق تعلیم سے سرشار ہو گئے اور ایسی وابستگی حاصل کی کہ یہاں ہی عمر گزار دی۔ ابتدائی کتابیں مختلف علمائے کرام سے پڑھیں آپ کے اساتذہ میں سے مولینا مولوی حسین خطیب شاہی مسجد۔ مولینا محمد ذاکر بگوی۔ غلام محمد بگوی۔ پیر سید عبدالغفار شاہ۔ مولانا غلام قادر بھیروی۔ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری اور جامعہ فتحیہ اچھرہ کے اساتذہ قابل ذکر ہیں۔ تحصیل علوم ظاہری کے بعد آپ حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری قدس سرہ العزیز کی شہرت سے متاثر ہوئے تو روحانیت کی تربیت کا آغاز ہوا۔ آپ نے قصور ہی میں صاحبزادہ عبدالرسول بن غلام محی الدین قصوری سے بھی استفادہ کیا۔ حضرت مولینا غلام دستگیر کے روحانی فیض نے آپ کو صوفی۔ مصنف۔ مفسر قرآن۔ مناظر اسلام اور اہل سنت والجماعت کا مایۂ ناز پنجابی شاعر بنا کر چمکایا۔ ان اللہ والوں کی نگاہوں میں کیا تاثیر ہوتی ہے کہ سادہ دلوں کو دانائے رموز فطرت بنا دیتے ہیں۔ مٹی کے ذروں کو اٹھا کر تاج شاہی کے چمکتے ہوئے موتی بنا دیتے ہیں۔

؎ ز شرر ستارہ سازند ز ستارہ آفتابے

آپ کے ہم مسلک معاصرین میں سے حضرت مولانا دیدار علی شاہ۔ مولانا تاج الدین صاحب۔ مفتی عبدالقادر۔ حافظ فتح محمد اچھرہ۔ میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا نام سرفہرست ہے معاندین میں سے حافظ محمد لکھوی۔ مولوی دلپذیر۔ مولوی عبدالستار۔ سارجنٹ صاحب۔ بہادر مؤلف تفسیر نعمانی وغیرہم عقاید کے مباحث میں بڑے زوردار غیر عقیدہ لوگ تھے۔ ان کی تصانیف جہاں عوام کو وہابیت کا پیغام دیتیں۔ ہمارے مولینا کی تصانیف ان کا مسکت جواب پیش کرتیں۔ تفسیر نبوی پنجابی دراصل حافظ محمد لکھوی کی تفسیر محمدی کے غیر مقلدانہ عقاید کی تشریح کا جواب ہے اور اس فتنہ کو عوام میں پھیلنے

marfat.com
Marfat.com

سے روکنے کے لئے آپ نے یہ تفسیر پنجابی میں منظوم لکھی۔ ان معاندین کو ضد تھی کہ سادہ لوح دیہاتی عبدالوہاب نجدی کے نظریۂ توحید کے قائل ہو جائیں مگر حضرت مولٰنا کو دعویٰ تھا کہ عوام کا رشتۂ دل دامنِ رسالت سے کبھی نہ ٹوٹے گا۔ ؎

ملک الموت کو یہ چڑ ہے کہ جاں لے کے ٹلوں
اور مسیحا کو یہ ضد ہے کہ مری بات رہے

گذشتہ صدی ہجری کی پاک و ہند کی اعتقادیات اور فکری تاریخ پر نگاہ ڈالی جائے تو اس دور کو اعتقادی پُر فتن دور ماننا پڑے گا۔ اس زمانہ میں وہابیت۔ دیوبندیت۔ دہریت۔ چکڑالویت اور مرزائیت کی تحریکیں حشرات الارض کی طرح نکلیں جس سے مسلمانوں کی اعتقادی عمارت کی بنیادوں کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا۔ مولٰنا اسمٰعیل دہلوی۔ حفظ الرحمٰن۔ خلیل احمد انبیٹھوی۔ رشید احمد گنگوہی و مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہم شیخ نجد کا پیغام اس برِ صغیر میں پہنچانے میں بڑے سرگرم تھے۔ مگر صاحبِ بطحا کے نام لیوا بھی غافل نہیں بیٹھے۔ اور انہوں نے عوام کے اعتقاد کی حفاظت کیلئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی۔ مولانا دیدار علی شاہ۔ مولٰنا غلام دستگیر قصوری۔ مولٰنا غلام قادر بھیروی اور پنجاب میں مولٰنا نبی بخش صاحب حلوائی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی خدمات کو کون بھول سکتا ہے۔ حضرت مولانا نبی بخش حلوائی پنجاب کے دیہات میں قریہ قریہ پھرے۔ جموں کی پہاڑیوں سے لیکر بہاولپور کے ریگستانوں تک دیہاتی عوام کو دامنِ مصطفےٰ سے وابستگی کا بڑا اہم سبق دیا۔ آپ کی تفسیر نبوی۔ شفا القلوب۔ احسن القصص۔ النار الحامیہ لمن ذم المعاویہ۔ خیر الہدیٰ اور اعتقادیات پر دیگر کتابیں آپ کے قلمی کارناموں کے زندہ نمونے ہیں۔

آپ کا لباس سادہ۔ طرز زندگی خالی از تکلف۔ گفتگو میں اعتقاد کی تربیت اہم جزو تھی۔ علم دین حاصل کرنیوالوں کے لیے ہمہ تن شفقت اہل سنت کے لئے مجسمۂ رحمت۔ بداعتقاد لوگوں کے مقابلہ میں برہنہ تلوار۔ ہر لغزش کو معاف کر دیتے مگر اعتقادی لغزش کو عمر بھر نہ بخشتے۔ شعر گوئی میں کمال حاصل تھا اور قلم بلا جھجک شعروں کی لڑیاں پروتے جاتا تھا۔ عمر کے آخری بیس سال جامع مسجد سٹی کوتوالی کے حجرہ میں تصنیف و تالیف میں صرف ہوئے۔

آپ کی زندگی کا محبوب ترین مشغلہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر کثرت سے درود پاک پڑھنا تھا۔ رات کے اکثر لمحات اور تہجد کے بعد صبح کی نماز کے بعد اشراق کے نوافل کے بعد غرضیکہ دن کا شاید

marfat.com
Marfat.com

ہی کوئی حصہ ایسا ہو جب درود پاک نہ پڑھا جا رہا ہو۔ علی الصبح سارے طلبا کو بیس ہزار سے زیادہ درود پاک پڑھنے کی تاکید تھی۔ درود پاک آپ کی نہ صرف روحانی غذا تھی بلکہ دنیا کے تمام مسائل اسی کی بدولت حل کرتے۔ کوئی مسئلہ آپ کے سامنے آتا کثرت درود سے حل ہوتا۔ یہاں تک کہ درویشوں نے جب بھی روٹی کی کمی کی شکایت کی۔ فوراً کہہ دیا تم درود پاک "پہ خیانت" کر رہے ہو۔ پھر خود اپنی نگرانی میں درود پڑھاتے۔ دوسرے روز ضرورت سے زیادہ کھانا عمدہ اور وافر آتا۔

گر توکل کر بود فیروزیت　　　حق دہد مانند مرغان روزیت

طلبا پر بے پناہ شفقت اور نعت رسول خدا سے دلی رغبت تھی۔ جناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی گیارہویں اور ختم خواجگان کی عمر بھر پابندی کی۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات کی ہفت روزہ زیارت کبھی نہیں چھوڑی۔ اپنے پیر و مرشد مولانا غلام دستگیر قصوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد پیر و مرشد جناب حضرت مولانا پیر جماعت علی شاہ ثانی علی پوری رحمۃ اللہ سے فیضیاب ہوئے اور ان کے ارشاد کے مطابق ریاست جموں کے تنگ گذار علاقوں میں تبلیغ و ارشاد کے لئے جاتے۔ اور وہاں کے سادہ عوام کو اعتقادی دولت سے مالا مال فرماتے۔ ان کے دلوں میں عقیدت و محبت کا جو جذبہ تھا اسی سے واضح ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگ آپ کو جموں ریلوے سٹیشن سے پالکی میں بٹھا کر کندھوں پہ ہمالیہ کے پہاڑوں کی بلندیوں تک لئے پھرتے اور دل و جان فرش راہ کرتے۔

زیر نظر کتاب "الامتیاز بین الحقیقت والمجاز" آپ کی آخری تصنیف ہے جسے آپ نے تمام اختلافی مسائل کے محاسبہ و محاکمہ کی صورت میں بڑے مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔ اس کتاب کے مسودے کے ہزاروں صفحات مؤلف علام نے تیار کئے۔ ان میں تمام اختلافی مسائل کو تفصیل کے ساتھ سپرد قلم کیا ہے۔ اسی کتاب سے تین مسائل علم غیب۔ استمداد اور تصرف اولیاء کو منشی برکت علی شہید مرحوم کی نظر ثانی نے زیور طبع سے آراستہ کرانے کے قابل بنایا ہے۔ جناب شہید حضرت مولانا کے محبوب ترین شاگردوں میں سے ہی نہیں بلکہ باشتار خلفاء میں سے تھے۔ آپ گجرات میں مدرس تھے مگر حضرت سے انس و عقیدت کا یہ عالم تھا کہ اکثر تعطیلات آپ کے زیر نظر گذرتیں۔ علمی مسائل پہ اکثر رموز و نکات حاصل کرنے کا شہید صاحب کو آپ کو مجلس میں خاص مقام ملا۔ حضرت کی فیض نظر کا یہ اثر تھا کہ آپ کے

marfat.com
Marfat.com

بعد یہ سلسلۂ فیض جاری ہوا تو اس میں ان کی کوششیں بڑی مفید ثابت ہوئیں۔

شدیم خاک و لیکن ز بوئے تربت ما   تواں شناخت کزیں خاک مردے خیزد

اس ضمن میں حضرت کے شاگردِ خاص حضرت مولانا باغ علی نسیم خطیب جامع سنی کوتوالی کا تذکرہ نہ کرنا بڑی کوتاہی ہوگی۔ ان کی ہمت اور جذبہ سے حضرت کا فیض جاری ہے اور جس مکتبِ فکر آپ نے اپنی زندگی میں بنیاد ڈالی تھی۔ اس کی نشو و نما نسیم صاحب نے حالات کی ناہمواری کے باوجود اپنے ذمہ لی اور حق تو یہ ہے کہ حقِ شاگردی ادا کر دیا۔ اب تک سینکڑے اسی طرح علم قرآن و علم دین کی دولت سے جھولیاں بھرتے جا رہے ہیں۔ آپ کے کتب خانہ تصنیفات، مسجد، مدرسہ اب مکتبہ نبویہ اور ان تمام روایات کو زندہ رکھنے میں ان کا بڑا حصہ ہے۔ اس کتاب کی اشاعت میں انہوں نے جس کاوش سے کام لیا ہے وہ آپ کے خلوص اور حضرت کی تربیت فیض کا خاص اثر ہے۔

سنہ ۱۳۶۴ھ ۱۴ ذیقعد کی رات کو آپ کا وصال ہوا۔ آخری آرامگاہ مسجد کے پہلو میں ہے جہاں ہر سال عرس ہوتا ہے جہاں آپ کے شاگرد اپنی شرکت سے حضرت مولانا کی اعتقادی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

اس کتاب کی مقبولیت کا فیصلہ ناظرین کی پسند پر ہے۔ اعتقادیات میں تشکک کی جن منزلوں سے ہم گزر رہے ہیں اس کتاب کا مطالعہ مشعلِ راہ بن سکتا ہے۔

۱- اہلِ نظر اسے کسی صاحبِ نظر کے نوادرات سے کم نہیں پائیں گے۔

۲- اہلِ علم اسے ایک علمی کارنامہ خیال کریں گے۔

۳- اہلِ طلب کے لئے خضرِ راہ بنے گی

۴- اہلِ سنت اسے اپنے مایۂ ناز مصنف کا کارنامہ تصور کریں گے۔

الامتیاز بین الحقیقت والمجاز

زیرِ نظر کتاب فاضل مصنف کی ایک بیش بہا یادگار تالیف ہے جو آپ کی زندگی میں طبع نہ ہو سکی۔ اس کتاب کی تالیف پر آپ نے اپنی زندگی کے آخرین سات سال وقف کئے تھے۔ آپ

marfat.com
Marfat.com

دراصل ان تمام اختلافی مسائل پر محاکمہ اور محاسبہ کرنے میں کوشاں رہے جو مختلف فرقوں میں وجہِ اختلاف رہے چنانچہ آپ نے ایسے تقریباً ایک سو سے زیادہ مسائل پر بڑی محققانہ بحث کی۔ فریقین کے نقطۂ نظر کو پیش کیا۔ مختلف دلائل اور شواہد ضبطِ تحریر میں لائے گئے جن کے سہارے فریقین اپنے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اپنی محققانہ رائے کو محاکمہ کے بعد بیان لاتے گئے۔ یہ اندازِ بیان قارئین کو مسئلہ کی اصل نوعیت سمجھنے میں بڑا مفید ثابت ہوا۔

ایسے مسائل پر تقریباً تین ہزار صفحات پر ایک مبسوط مسودہ آپ کے ذاتی کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ ان ہزاروں صفحات میں سے صرف تین مسائل (مسئلہ غیب۔ استمداد اور تصرف اولیاء اللہ) کو زیرِ نظر کتاب میں اشاعت حاصل ہوئی ہے۔ قارئین کے سامنے ان تینوں مسائل پر مشتمل کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔

حضرت کی گراں قدر اور نادر کاوش کا وہ مجموعہ جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں۔ کتابی شکل میں ترتیب دیئے جانے اور پھر اسے زیورِ طبع سے آراستگی ملنے کیلئے ابھی ایک وقت درکار ہے آپ کے ایک مرید باصفا جناب برکت علی صاحب شہید مرحوم اس مبسوط مسودہ میں سے ان تین مسائل کو اخذ کر کے ایک کتابی شکل میں ترتیب دیا تھا۔ خدا کرے۔ دوسرے مسائل بھی یکجا نہیں تو مختلف حصوں میں مرتب ہوتے جائیں اور شائع ہو کر ناظرین تک پہنچتے جائیں۔

حضرت مولانا محمد نبی بخش حلوائی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ اثر میں بیٹھنے والے حضرات اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ آپ عقیدے کی درستگی۔ عقیدے کی پختگی اور پھر اس درستگی اور پختگی پر ثابت قدمی کو برسرِ زمیں دیکھنے کے خواہاں تھے اور آپ کی ساری زندگی اسی عظیم کام میں وقف رہی۔ آپ کی تمام تصانیف بھی اسی عزم کی ترجمان ہیں اور اسی مقصد کے لئے آپ نے الامتیاز پر محنت شاقہ کی۔ اس کتاب کی ترتیب و طباعت کے بعد ہم بجا طور پر دعویٰ کر سکتے ہیں کہ اختلافی مسائل میں حقیقت پسندانہ رویّہ اختیار کرنے کا رجحان پیدا ہو جائیگا اور مختلف طبقے اپنے رویّے اور فکر میں تبدیلی قبول کر لیں گے۔

marfat.com
Marfat.com

فاضل مولف کے نظریات اور رشحات کو قارئین تک پہنچانے کے لئے مکتبہ نبویہ۔ لاہور نے جس پامردی اور جانفشانی سے پچھلے چند برسوں میں کام کیا ہے وہ پاکستان کے اہل علم ہی نہیں عالم اسلام کی اہل علم ہستیوں سے خراج تحسین وصول کر چکا ہے۔ مکتبہ اپنی دیگر مطبوعات کے علاوہ حضرت مولینا رحمۃ اللہ علیہ کی فاضلانہ تالیفات کے نئے ایڈیشن طبع کر چکا ہے اظہار انکار المنکرین من صلوٰۃ الجنین۔ جامع الشواہد کے تازہ ایڈیشن آ چکے ہیں قصص المحسنین شفاء القلوب زیر طبع ہیں۔ پھر زیر نظر کتاب کے مختلف حصے ترتیب کے مراحل سے گذر رہے ہیں۔ فاضل علاّم کی تفسیر نبوی ایک اتنا بڑا شاہکار ہے جس کی پنجابی زبان میں مثال نہیں ملتی۔ وہ بھی تدریجاً اشاعت پذیری کے پروگرام میں سے گذر رہی ہے۔ حضرت کا نعتیہ کلام۔ میلاد النبی پر مختلف مضامین کا مجموعہ۔ فقہ پر انوار نبوی جیسی نادر یادگاریں ابھی تک ان غیر مطبوعہ مسوّدات کا حصہ ہیں جنہیں زیور طبع سے آراستہ ہونا ہے۔

---

marfat.com
Marfat.com

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید المرسلین

سیدنا و مولٰینا محمد و علیٰ آلہ الطاہرین الطیبین و اصحابہ المھدین

و آئمۃ المجتھدین و علما ربانیین وجمیع المومنین فی کل حال وحین آمین

یارب العالمین

اما بعد!

اہل اسلام خصوصاً اہل السنّت والجماعت پر مخفی نہ رہے، کہ وہابی اور سُنّی متنازعہ فیہ مسائل کو آیات قرآنیہ سے اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق ثابت کرتے ہیں اور اپنے استدلال کی بنیاد بھی کلام الٰہی پر رکھتے ہیں جس سے ایک دوسرے کی تکذیب و تردید لازم آتی ہے اور یہ امر بعض اوقات انکار نصوص تک پہنچ جاتا ہے۔ مثلاً ایک فرقہ غیر خدا کے لئے علم غیب بعطائے الٰہی ثابت کرتا ہے تو دوسرا اس کی نفی کرتا ہے حالانکہ دونوں اس کو قرآن مجید سے ثابت کرتے ہیں اور یہ بات ناممکن ہے، یعنی ایک بات کا صحیح اور دوسری کا غلط ہونا ناگزیر ہے، کیونکہ بمصداق ولو کان من عند غیر اللہ لوجدو افیہ اختلافاً کثیرا، کلام الٰہی میں اختلاف و تضاد نہیں علی ہذالقیاس دیگر متنازعہ فیہ مسائل بھی سمجھے جائیں اور یہ فرق جو بظاہر نظر آتا ہے، یہ حقیقت در

marfat.com
Marfat.com

مجاز کا ہے اور اسی فرق کو دُور کرنا اور حقیقت و مجاز میں مطابقت ظاہر کرنا زیرِ نظر کتاب کی تالیف کا بڑا مقصد ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اولیائے کرام کے اقوال و افعال فعل باری تعالیٰ میں فنا ہوتے ہیں یعنی فاعل حقیقی وہی ذات پاک ہے اور فعل کی نسبت دوسرے کے ساتھ محض مجازی ہے، اس کی مثال خدا تعالیٰ کا یہ قول ان اغنیٰ لھم اللہ تعالیٰ ورسولہ من فضلہ یعنی غنی کر دیا ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے اس میں اغنیٰ کا فاعل اور ضمیر واحد کا مرجع حق تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے جس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا قول و فعل حق تبارک و تعالیٰ کے فعل میں فنا ہے۔ اسی طرح وَاِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ میں خدا نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے فعل قرأت کو اپنی طرف منسوب فرمایا، اور وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ میں خدائے تبارک و تعالیٰ نے حضور پُرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افعال کو اپنے افعال کہا اور یہ اس کمال قربت و یگانگت کے باعث ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ذاتِ باری تعالیٰ سے تھی، نیز فرمایا اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ اور سورۂ نجم میں فرمایا وَعَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی، سورۂ الرحمٰن میں عَلَّمَ کا فاعل خود حق تبارک و تعالیٰ ہے، لیکن سورۂ النجم میں عَلَّمَ کا فاعل حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ٹھہرایا، پس اگر ایسے مواقع میں حقیقت و مجاز کے فرق کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو کلام الٰہی میں تناقض و تباین لازم آتا ہے، اور یہ غیر ممکن ہے، فی الحقیقت علّم میں علم کا فاعل بھی خدائے تعالیٰ ہی ہے۔ یا سورۂ مریم میں دیکھو آیہ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت مریم کو فرماتے ہیں کہ تمہیں ایک بیٹا بخشنے آیا ہوں، استقصا کرنے سے قرآن مجید میں ایسی اور بھی کئی مثالیں مل سکتی ہیں لیکن ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں ؛

امام الطائفہ وہابیہ اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب "صراط مستقیم" میں لکھا ہے

" ازانجملہ شدت تعلق است بہ مرشد خود استقلالاً نہ باں ملاحظہ کہ ایں شخص ناودان فیض حضرت حق و واسطہ ہدایت اوست، بلکہ بحیثیت کہ متعلق عشق ہماں مے گردد، چنانچہ یکے از اکابر ایں طریق فرمودہ کہ حق جل و علا در غیر کسوت مرشد

marfat.com

Marfat.com

من تجلی فرماید، مرا بسوئے او التفات درکار نیست۔"

اس کا ترجمہ جو غیر مقلدوں نے ہی کیا ہے کہ منجملہ آثار عشقیہ کہ اپنے مرشد کے ساتھ استقلالاً تعلق شدید ہو جاتا ہے یعنی اس لحاظ سے (نہیں) کہ یہ شخص حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے فیض کا ذریعہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ خود مرشد سے ہی عشق کا تعلق ہو جاتا ہے چنانچہ اس طریق کے بزرگوں میں سے ایک شخص کا مقولہ ہے، کہ اگر اللہ تعالیٰ میرے مرشد کی صورت کے سوا کسی اور لباس میں تجلّی فرمائے تو البتہ میں اس کی طرف التفات نہ کروں گا" مطلب یہ ہوا کہ مرشد ہی فیض دہندۂ بالاستقلال ہے، صرف وسیلہ اور ذریعہ نہیں۔ پھر ذرا آگے چل کر بزرگانِ دین اور باری تعالیٰ کے اتحاد کے ثبوت میں آگئے اور لوہے کی مثال بیان کرکے اسے صحیح حدیث سے یوں مدلّل کیا ہے، کہ ——— نفس کامل کو رحمانی جذب کی موجیں احدیّت کے دریاؤں میں کھینچے جاتی ہے تو انا الحق وَلَیْسَ فِی جُبَّتِیْ سوی اللہ، یعنی میں خدا تمام جہان کا پروردگار اور میرے ہر دو پہلو میں بجز اللہ کے اور کچھ نہیں کی آواز اس سے صادر ہوتی ہے اور یہ حدیث قدسی ہے یعنی سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا ایک اور روایت میں اس حال کی حکایت ہے۔ خبردار! اس معاملہ پر تعجب نہ کرنا، اور انکار سے پیش نہ آنا کیونکہ جب وادیٔ مقدس کی آگ سے ندائے اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ تو اشرف الموجودات سے جو حضرت ذات سبحانہٗ و تعالیٰ کا نمونہ ہیں، انا الحق کی آواز صادر ہو تو کونسی تعجب کا مقام اور اسی مقام کے لوازم میں سے ہے، عجیب عجیب خوارق کا صادر ہونا اور قوی تاثیروں کا ظاہر ہونا' دعاؤں کا قبول ہونا، آفتوں اور بلاؤں کا دور کرنا اور اسی معنٰی کی تصریح اس حدیث شریف قدسی میں موجود ہے، لَئِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہٗ یعنی اگر وہ بندہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اُسے دُوں گا، اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے، تو میں ضرور اُسے پناہ دُوں گا، اور منجملہ لوازم اس کے سے یہ ہے کہ صاحبِ حال کے دشمنوں اور بداندیشوں پر وبال اور مصیبت ٹوٹ پڑتی ہے چنانچہ حدیث شریف قدسی مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ اسی مضمون کی وضاحت کرتی ہے۔ سبحان اللہ! عشق کی با

marfat.com
Marfat.com

عمدہ تاثیر اور تجلی علی کا کیا خوب جذب ہے کہ یہ ایک مشت خاک اس مقدس اور پاک مقام میں کس قدر بلند ہو جاتی ہے اور بے قدر مٹی نے رب الارباب کے قریب مجلس میں کیا عمدہ جائے نشست اور خوبی کا مقام پایا (ترجمہ صراط مستقیم صفحہ ۱۳-۱۴۔ مطبع احمدی لاہوری طابع و مترجم بھی مؤلف کتاب ہذا کا ہم خیال ہے) لہٰذا اسی ترجمہ پہ اکتفا کیا گیا ہے۔ اس سے ناظرین کو بخوبی معلوم ہو گیا، کہ دوستانِ خدائے تعالےٰ نہ تو خدا ہیں، نہ خُدا سے جُدا ہیں اور ان کے افعال حق تبارک و تعالیٰ کے فعل میں فنا ہیں۔

فقیر کاتب الحروف نے انہی امور کو جن کا نمونہ مشتے از خروارے سطور بالا میں پیش کیا گیا ہے، مدِ نظر رکھتے ہوئے ہر دو فریق کی اصلاح کے لئے ان کے استدلال اور مواخذ میں تطابق اور توافق ثابت کرنے کی امکانی کوشش کی ہے تاکہ وہ افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کی وعید سے بچیں وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

اب ناظرین کرام کا فرض ہے کہ حقیقت و مجاز کا فرق پیش نظر رکھتے ہوئے ہر دو فریق کے مواخذ ملاحظہ فرمائیں، اور راہِ ہدایت کو اختیار کرتے ہوئے قعرِ ضلالت سے بچنے کی سعیٔ بلیغ کریں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ اِلٰى سَبِيْلِ الرَّشَادِ

محمد نبی بخش حلوائی عفی عنہٗ

marfat.com
Marfat.com

علم الغیب

غیب کیا چیز ہے؟ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ کے ضمن میں تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے

والغیب مصدر وصف بہ للمبالغۃ کالشہادۃ فی قولہٗ تعالیٰ عالم الغیب والشہادۃ والعرب تسمی المطمئن من الارض والخمصۃ التی تلی الکلیۃ او فیعل خفف کفیل والمراد بہ الخفی الذی لایدرکہ الحس ولایقتضیہ بداھۃ العقل وھو قسمان قسم لا دلیل علیہ وھو المعنی بقولہٖ تعالیٰ وعندہٗ مفاتیح الغیب لایعلمہا الا ھو وقسم نصب علیہ دلیل کالصانع وصفاتہ والیوم الاٰخر واحوالہ وھو المراد بہ -

اور غیب مصدر ہے بطور مبالغہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے' جیسے لفظ شہادت واجب تعالیٰ کے قول عالم الغیب والشہادۃ میں' باوجود مصدر ہونے کے صفت واقع ہوا ہے۔ عرب والے اپنی زبان میں پست زمین اور محاذ گروہ کو غیب کہتے ہیں. یا غیب فیل کی طرح مخفف ہے' غیب بروزن فیعل کا' اور مراد غیب سے وہ مخفی امر ہے' جو حواس سے معلوم نہ ہو سکے اور نہ اس کو بداہتہ" عقل چاہے' یعنی عقل بلا دلیل معلوم نہ کر سکے' اور یہ غیب دو قسم ہے ایک قسم یہ ہے کہ اس پہ دلیل عقلی یا نقلی قائم نہ ہو' اور یہی غیب عندہٗ مفاتیح الغیب لایعلمہا الا ھو میں مراد ہے. دوسری قسم یہ ہے کہ اس پہ دلیل عقلی یا نقلی قائم ہو' جیسے

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ اس کی صفات، روزِ قیامت اور دیگر احوالِ آخرت آیت یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ میں بھی غیب مراد ہے (یعنی متقی وہ ہیں جن کو اس قسم کا غیب یعنی خدائے تعالیٰ اس کی صفات کا علم اور عالمِ آخرت کا علم دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے حاصل ہے۔

اہلسنت والجماعت کا عقیدہ

اہل سنت والجماعت بالاتفاق مانتے ہیں کہ غیب دو نوع پر ہے، ذاتی اور عطائی، علمِ غیب ذاتی ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے۔ اس کی مہربانی سے انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو بعض علوم از قسمِ غیب حاصل ہوتے ہیں، اس کو علمِ غیب عطائی کہتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علمِ غیب اسی قسم کا تھا اور تمام مخلوق کے مجموعی علم سے زیادہ تھا لیکن ذاتِ باری تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں ایسا تھا جیسا سمندر کے مقابلہ میں قطرہ، اور جملہ مخلوقات کا مجموعی علم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا کہ سمندر کے سامنے قطرہ، کیونکہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کا اقتضا ہی یہی ہے۔

حوالہ جات

علامہ خفاجی حواشی بیضاوی سے نقل فرماتے ہیں، ان معلومات اللہ تعالیٰ لا نہایۃ لہا وغیب السموات والارض وما یبدونہ وما یکتمونہ قطرۃ منہا، بمقابلہ علمِ الٰہی تمام غیوب ارضی و سماوی قلیل کہا جائے گا بیشک بجا ہے لیکن انہیں بجائے خود قلیل کہنا اور کثیر نہ ماننا غلطی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو علوم الٰہی سے ایک قطرہ عطا ہوا، یعنی آپ کا علم بمقابلہ علم الٰہی قلیل ہے مگر بجائے خود ایسا وسیع ہے کہ کوئی شئے اس کے احاطہ سے خارج نہیں، اور تفسیر کبیر میں ہے، وسمی جمیع الدنیا قلیلاً حیث قال قل متاع الدنیا قلیل، اس سے ظاہر ہوا کہ نعیم آخرت کے سامنے تمام دنیا کی متاع بھی قلیل ہے اس طرح حق سبحانہٗ کے علم کے سامنے تمام مخلوقات کا علم قلیل ہے لیکن جس طرح ہم اپنے نزدیک تمام دنیا کو قلیل نہیں پاتے اسی طرح تمام مخلوقات کا علم بھی ہمارے نزدیک قلیل نہیں، اگر ہم اسے فی نفسہٖ قلیل جانیں، تو یہ ہماری بے بصری ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ ایک بادشاہ نے خوش ہو کر اپنے وزیر کو ایک ہزار گاؤں عطا کئے، اس کا یہ عطیہ اپنی سلطنت کے مقابلے میں کچھ نہیں لیکن اس کی اہمیت ایک تہی دست مفلس سے

marfat.com
Marfat.com

پوچھے وہ اسے متاعِ سلطنت سمجھے گا اور تعجب سے کہے گا کہ بادشاہ نے وزیر کو ہزار گاؤں ہرگز عطا نہیں کئے ہوں گے، اگر ایسا ہوا ہے تو بادشاہ سے وزیر رتبہ میں کسی طرح کم نہیں رہا بلکہ منعم اور منعم علیہ کا امتیاز بھی اس کے دل سے اٹھ گیا۔ مختصراً منطقی رنگ میں اس مسئلہ کو یوں بیان کر سکتے ہیں، کہ خدا کا علم عام ہے اور اس کے مقابلہ میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم خاص ہے یعنی تمام مخلوقات کا مجموعی علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو محیط نہیں کر سکتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم حق سبحانہ' کے تمام علم کو محیط نہیں ہو سکتا مگر اس کے برعکس خدا کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو محیط اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم مخلوقات کے علم سب کو محیط ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو اپنے خاص علم غیب پر جس قدر چاہے مطلع بھی کر سکتا ہے کہ نہیں، اگر انکار کریں تو ان اللّٰہ علیٰ کل شیئٍ قدیر کے کیا معنی ہوں گے ؟ اگر آیات نفی وآیات اثبات میں (جو علم غیب کو ماسوا کے لئے نفی یا اثبات کرتی ہیں) فرق نہ کیا جائے، تو قرآن مجید کی آیات میں تضاد واختلاف ماننا پڑے گا جو کسی طرح جائز اور ممکن نہیں۔ پس ایسی صورت میں ہر دو قسم کی آیات میں مطابقت لازمی امر ہے ورنہ ایمان کی خیر نہیں، اور یومنون ببعض الکتاب ویکفرون ببعض کا مصداق ہونا پڑتا ہے، یعنی حقیقت ومجاز اور ذاتی وعطائی کا فرق مدنظر رکھنا ضروری ہے۔

علم غیب عطائی

(۱) قرآن مجید میں ہے عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احدًا الا مَنِ ارتضیٰ مِن رّسول (سورہ جن) یعنی اللہ جل جلالہ عالم الغیب ہے وہ کسی پہ اپنا غیب ظاہر نہیں فرماتا۔ مگر اس پہ ظاہر کرتا ہے جس کو پسند فرمائے رسولوں میں سے، آیت مذکورہ کے تحت صاحب تفسیر روح البیان فرماتے ہیں۔ قال ابن الشیخ انہ تعالیٰ لا یطلع علی الغیب الذی یختص بہ علمہ الا المرتضیٰ الذی یکون رسولا وما لا یختص بہ یطلع علیہ غیر الرسول یعنی ابن الشیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے غیب خاص پر جو اس کے ساتھ مختص ہے رسول مرتضیٰ کے سوا کسی کو مطلع نہیں فرماتا، اور جو غیب کہ اس کے ساتھ خاص نہیں، اس پہ غیر رسول کو بھی مطلع

marfat.com
Marfat.com

فرما دیتا ہے، اور تفسیر جمل میں ہے والمعنی ولکن اللہ یجتبی ای یصطفی من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی الغیب اور معنی یہ ہیں لیکن اللہ جل شانہ چھانٹ لیتا ہے یعنی برگزیدہ کرتا ہے، اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے، پس مطلع کرتا ہے اس کو غیب پر، اور وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی کانہ قال الا الرسل فانہ یطلعھم علی الغیب اور یہ استثناء منقتل ہے یعنی حق تبارک وتعالیٰ اپنے خاص غیب پر مطلع فرما دیتا ہے، اپنے برگزیدہ رسولوں کو، اور اسی آیت کے ضمن میں کتاب الکلمۃ العلیاء میں مرقوم ہے کہ اہل تدقیق فرماتے ہیں کہ لا یظھر غیبہ علی احد نہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کیونکہ اظہار غیب تو اولیائے کرام پر بھی ہوتا ہے، اور بذریعہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی ہوتا ہے، بلکہ یہ فرمایا لا یظھر علی غیبہ احداً اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر و غالب اور مسلط نہیں فرماتا مگر رسولوں کو، ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے، اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے یہ کتنا بلند مرتبہ قرآن عظیم سے ثابت ہوا، ان تمام تفاسیر سے یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا فرما کر علم ماکان وما یکون سے سرفراز فرمایا کہ جس کی بناء پر آپ نے اپنے سے پہلے پچھلے لوگوں اور روز قیامت کی خبریں ظاہر فرمائیں۔ ملخصاً تفسیر عزیزی میں ہے کہ "غیب نام چیزیست کہ از ادراک حواس ظاہرہ و باطنہ غائب باشد، نہ حاضر، تا بمشاہدہ و وجدان دریافت شود و اسباب و علامات آں نیز در نظر عقل و فکر آں در نیاید، تا ببداہت و استدلال دریافتہ شود، برنابینا عالم الوان غیب است و عالم اصوات، نغمات و الحان شہادت، در پیش جنین لذت جماع غیب است، و پیش فرشتگان الم گرسنگی و تشنگی غیب است و دوزخ و بہشت شہادت لہٰذا ایں قسم را غیب اضافی گویند، و آنچہ نیست نسبت بہمہ مخلوقات غائب است، غیب مطلق مطلق است، مثل وقت آمدن قیامت و احکام کونیہ و شرعیہ باری تعالیٰ و ہر روز در ہر شریعت و مثل حقائق ذات و صفات او تعالیٰ علی السبیل التفصیل، وایں قسم غیب خاص او تعالیٰ می نامند، فلا یظھر علی غیبہ احداً پس مطلع نمی کند بر غیب خاص خود ہیچ کس را موجبے کہ رفع تلبیس و اشتباہ خطا بکلی دراں اطلاع خاص شوند، و احتمال خطا و اشتباہ

marfat.com

Marfat.com

استیلا نماند، و ہمیں اطلاع کہ او را اظہار شخصے بر غیب، تواں گفت بخلاف منجمین و اطبا و کاہناں و رمالاں و جفریاں و فال بیناں کہ علم ایشاں بہ بعض حوادث کونیہ از راہِ استدلال باسباب و علامات ظنیہ یا اخبارِ محتملۃ الصدق والکذب جناں و شیاطین تخمینی و وہمی می باشند نہ کہ یقینی، و اولیاء را ہر چند علم الہامی یقینی بہ بعض حقائق ذات و صفات یا وقائع کونیہ حاصل می شود، اما تلبیس و اشتباہ بہ جمیع الوجوہ ازاں مرتفع نمے گردد، تا اظہار ایشاں بر غیب و استیلا برآں متحقق گردد، بلکہ اظہار غیب بر ایشاں وانعکاس صورتِ غیبیہ در آئینہ وجدان ایشاں است، لہٰذا تکلیف عام بآں متحقق نشود، و خود ہم در تحصیل یقین بآں و اعتماد برآں محتاج بہ شواہد کتاب و سنت، کہ اقسام وحی اند می شوند، پس اظہار بر غیب ہیچ کس را نہ دہند الا من ارتضی من رسول (مگر کسے کہ پسندی کند و آں کس رسول می باشد خواہ از جنس ملک باشد مثل حضرت جبرائیل علیہ السلام خواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کہ او را اظہار بر بعضے از غیوب خاصہ خود میسر باید تا آں غیوب را بہ مکلفین برساند، و تلبیس و اشتباہ را از وے بکلی دفع می نماید تا احتمال خطا و ناراستی اصلاً بر ایشاں نگردد، و عامہ مکلفین کہ بدیدن معجزہ تصدیق رسول بشری نمودہ باشند، در وحی ہرچہ برآں اعتماد نمودہ در غلط نیفتند و راہِ حق نہ کنند، لہٰذا در انزال وحی احتیاط بلیغ بکار می برند۔"

عبارت مذکورہ کا خلاصہ یہ ہے کہ غیب اس چیز کا نام ہے جو حواس ظاہری و باطنی سے غائب ہو، کسی صورت سے اس کا مشاہدہ نہ ہو سکے، ایک غائب مطلق ہے جو تمام مخلوقات سے غائب ہے اور اس کو کوئی بھی نہیں جان سکتا جیسے قیامت کے آنے کا وقت' اور اس غیب کے اسباب اور نشانات عقل و فکر کی مدد سے نہ پائے جائیں' اور بداہت و استدلال سے دریافت نہ ہو سکے' اور یہ غیب مختلف ہے ہر شخص کی نسبت چنانچہ مادرزاد اندھے کے آگے جہان کے رنگ غیب ہیں' اور آوازیں وغیرہ ظاہر، عنین کے آگے لذت جماع غیب ہے، فرشتوں کے آگے بھوک پیاس کا رنگ غیب ہے' اور دوزخ و بہشت ان کے لئے شہود ہے' اس قسم کے غیب کو غیب اضافی کہتے ہیں یعنی یہ بعض کے لئے غیب ہے اور بعض کے لئے شہود' اور جو غیب، حقائق ذات و صفات باری تعالیٰ سے متعلق ہے

marfat.com
Marfat.com

وہ حق تبارک وتعالیٰ سے مختص ہے اور وہ اس سے کسی کو اس وجہ پر مطلع نہیں فرماتا کہ اس سے اشتباہ وتلبیس رفع ہو جائے اور احتمالِ خطا واشتباہ ہرگز نہ رہے، اور خطا ونسیان کا امکان بھی نہ رہے اور ایسے غیب کو جس میں یہ سب صفتیں پائی جاتی ہوں کسی پر ظاہر کرنا کہہ سکتے ہیں۔ بخلاف نجومیوں، کاہنوں، طبیبوں، رملیوں، جفریوں، اور فال دیکھنے والوں کے کیونکہ ان کا علم جہان کے بعض آنے والے حادثوں پر اسباب وعلامات ظنیہ پر استدلال کی راہ سے ہوتا ہے، یا اُن خبروں پر منحصر ہوتا ہے جو صدق وکذب کی متحمل ہو سکتی ہیں کیونکہ وہ جنات وشیاطین کے علم سے تعلق رکھتی ہیں، جو وہم و تخمین پر مبنی ہوتا ہے یقین پر نہیں، اگرچہ اولیائے کرام کو بعض حقائق ذات وصفات یا واقعات جہان کے متعلق علم الہامی یقینی حاصل ہوتا ہے لیکن اس سے بھی اشتباہ وتلبیس کا ارتفاع من کل الوجوہ ضروری نہیں تاکہ ان پر اظہارِ غیب اور غیب پر ان کا استیلا متحقق ہو جائے، ان پر اظہارِ غیب اور صورتِ غیبیہ کا انعکاس ان کے آئینۂ وجدان میں ہوتا ہے اس لئے اس سے تکلیفِ عام متحقق نہیں ہوتی، اولیائے کرام خود بھی اپنے علم پر اعتماد یقین حاصل کرنے میں شواہد کتاب وسنت (جو کہ وحی کے اقسام میں) کے محتاج ہوتے ہیں پس اظہار پر غیب سوائے ان رسولوں کے جن کو خدائے تبارک وتعالیٰ پسند فرماتے، کسی کو حاصل نہیں، خواہ وہ رسول جنسِ ملائکہ میں سے ہو، جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام خواہ جنسِ بشر میں سے ہو جیسے حضرت محمدؐ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ خدائے تعالیٰ ان پر اپنے خاص غیب کو ظاہر کرتا ہے تاکہ ان کے ذریعے مکلفین تک پہنچے اور اس میں اشتباہ وتلبیس کا شائبہ نہیں ہوتا، جس سے خطا وناراستی کا امکان بھی نہیں رہتا، جن لوگوں نے رسولِ بشری کی تصدیق معجزہ دیکھ کر کی ہوگی، وہ وحی کے بارے میں اس پر بکلی اعتماد کریں گے، اور غلطی میں پڑ کر راہِ حق گم نہیں کریں گے، اسی لئے انزالِ وحی میں پوری پوری احتیاط پیشِ نظر رکھی جاتی ہے تفسیر سراج المنیر میں اسی آیت کے ضمن میں ہے، وقال القرطبی المعنی فلا یظھر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ من رسولٍ فانہ یظھرہ علیٰ مایشاء من غیبہ لان الرسول مؤیدون بالمعجزات ومنھا الاخبار عن بعض المغیبات کما ورد فی التنزیل فی

marfat.com
Marfat.com

قولہ تعالیٰ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم الی قولہ وانکار الکرامات مذھب المعتزلہ واما مذھب اھل سنت فیثبتونھا فانہ یجوزان یلھم اللہ بعض اولیائہ وقوع بعض الوقوع فی المستقبل فیخبر بہ وھو من اطلاع اللہ تعالیٰ ایاہ علی ذالک ویدل علی صحت ذالک ماروی عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال کان فیمن قبلکم من الامم ناس محدثون من غیران یکونہ انبیاء وان یکن فی امتی احد فانہ عمر اخرجہ البخاری قال ابن وھب تفسیر محدثون ملھمون والمسلم من عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یقول فی الامم قبلکم محدثون فان یکن فی امتی منھم احدا فان عمر بن الخطاب منھم ففی ھذا اثبات کرامات الاولیاء الی اخرہ یعنی آیت مذکورہ کی تفسیر میں قرطبی فرماتے ہیں: المعنی قولہ تعالیٰ فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضیٰ من رسول کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے غیب میں سے جس پر چاہتا ہے اس کو مطلع کرتا ہے، یقیناً رسول معجزات کی مدد سے مؤید کئے جاتے ہیں اور ان میں سے بعض رسول بعض مغیبات سے خبر دیتے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اس قول سے وارد ہوا ہے کہ میں تمہیں ان چیزوں کی جو تم کھاتے ہو اور جو گھروں میں ذخیرہ کرتے ہو، خبر دیتا ہوں، آہ۔ اور اولیاء اللہ کی کرامتوں سے انکار معتزلہ کا مذہب ہے اور اہل سنت ان کی کرامتوں کے ثابت کرنے والے ہیں اور یہ جائز ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے بعض اولیاء میں سے بعض مستقبل کے واقعات پر الہام کرتا ہے، اور اس کو اس واقعہ کی خبر دے اور یہ خبر دینا خاص اس کو اس واقعہ پہ اللہ تعالیٰ کے اطلاع دینے سے ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیان کی اس کی صحت پہ دال ہے آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلی امتوں کے آدمیوں میں سے بعض باوجود نبی نہ ہونے کے الہام کئے جاتے تھے پس ایسا آدمی اگر کوئی میری امت سے ہے تو عمر ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اخرجہ البخاری، ابن وہب نے کہا کہ محدثوں کی تفسیر ملہموں ہے اور مسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اور انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کی کہ تم سے پہلی امتوں میں سے محدث ہوا کرتے تھے پس میری امت میں

marfat.com
Marfat.com

سے اگر کوئی ایسا ہے تو حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں۔ اس میں کرامات اولیاء اللہ کا ثبوت ہے' اور یہ وہ امام قرطبی ہیں جن کی توصیف اور ان کی تفسیر کا معتبر ہونا کشف الظنون سے ثابت ہے' چنانچہ اس میں ہے کہ شیخ امام ابو عبداللہ محمد بن احمد ابو بکر فرخ انصاری فرزجی قرطبی، مالکی، متوفی کی تفسیر حدیث اور آیات قرآنی پر مشتمل ہے۔

امام فخر الدین رازی کا فیصلہ

تفسیر کبیر میں اسی آیت کے تحت میں ہے، ای وقت وقوع القیامۃ من الغیب الذی لا یظہرہ اللہ لاحد فان قیل فاذا حملتم ذلک علی القیامۃ فکیف قال الا من ارتضی من رسول مع انہ لا یظہر ہذا الغیب لاحد قلنا بل یظہرہ عند قرب القیامۃ یعنی وقوع قیامت کا وقت ان غیبوں میں سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ کسی پر ظاہر نہیں فرماتا' پس جب یہ کہا جائے کہ جب تم نے اس غیب کو قیامت پر محمول کر لیا تو پھر (جواب دو کہ) اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرما دیا الا من ارتضی من رسول حالانکہ یہ غیب بھی تو ان غیبوں میں سے ہے جو کسی پر ظاہر نہیں کیا جاتا' تو ہم کہیں گے کہ خدائے تعالیٰ قیامت کے قریب ظاہر فرما دیگا۔

صاحب خازن فرماتے ہیں

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ضمن میں ہے، الا من یصطفیہ لرسالتہ و نبوتہ فیظہر علی من یشاء من الغیب حتی یستدل علی نبوتہ بما یخبر بہ من المغیبات فیکون معجزۃ لہٗ یعنی خدا جس کو اپنی رسالت اور نبوت کے لئے انتخاب کرے' اور جس پر وہ چاہے اس پر غیب کا اظہار فرماتا ہے تاکہ ان مغیبات سے جن کی وہ خبر دیتے ہیں ان کی نبوت پہ دلیل لی جائے اور یہ ان کا معجزہ ہوتا ہے۔

وَمَا کَانَ اللہُ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاءُ فامنوا باللہ و رسلہٖ وان تؤمنوا و تتقوا فلکم اَجرٌ عظیم ۔ اور انہیں ہے اللہ کہ مطلع فرمائے تمہیں غیب پر' لیکن اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ پس اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ ایمان لاؤ، اور اگر تم اللہ کے ساتھ ایمان لے آؤ اور اس سے ڈرو تو تمہارے لئے اجرِ عظیم ہے۔

marfat.com
Marfat.com

صاحبِ مدارک کی تشریح

صاحبُ التفسیر مدارک التنزیل آیت مذکورہ کی تفسیر یُں فرماتے ہیں، وما کان اللّٰہ لیوتی احدا منکم علی الغیوب فلا توھموا عند اخبار الرسول بنفاق الرجل واخلاص الآخر انہ یطلع علی ما فی القلوب طلاع اللّٰہ فیخبر عن کفرھا وایمانھا ولکن اللّٰہ یجتبی من رسلہ من یشاء (الآیہ) ای ولکن یرسل الرسل فیوحی الیہ ویخبرہ بان فی الغیب کذا وان فلانا فی قلبہ النفاق وفلانًا فی قلبہ الاخلاص فیعلم ذلک من جہت اخبار اللّٰہ لا من جہت نفسہٖ۔ اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کسی کو تم میں سے علم غیب پہ خبردار کرے، پھر نہ وہم کرو نزدیک خبر دینے رسول کے ساتھ نفاق کسی آدمی کے اور دوسرے کے اخلاص کے کہ وہ بذاتِ خود اپنی طرف سے خبر دے رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ رسولوں کو مطلع فرماتا ہے، اس پہ جو دلوں میں ہے پس وحی کی جاتی ہے طرف اس کی، اور وہ خبر دیتا ہے اس کو ساتھ غیب کے، کہ فلاں کے دل میں نفاق اور فلاں کے دل میں اخلاص ہے پس وہ رسول اس خبر کو خدا تعالیٰ کے مطلع کرنے سے جانتا ہے، بذاتہ نہیں جانتا۔

بیضاوی کی وضاحت

تفسیر بیضاوی میں ہے، وکان اللّٰہُ لِیُؤْتِیَ اَحَدَ کُمْ علم الغیب فیطلع علیٰ مَا فی القلوبِ من کفرٍ و ایمانٍ ولکن اللّٰہ یجتبی لرسالۃٍ من یشاء فیوحیُ اللّٰہُ ویخبرہٗ ببعضِ المغیباتِ اوینصبُ لہٗ ما یدلُّ علیہ اور اللہ تعالیٰ تم میں سے کسی کو علمِ غیب نہیں دیتا کہ مطلع کرے، اُس چیز پہ جو دلوں میں ہے کفر اور ایمان میں سے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنی رسالت کے لئے جس کو چاہتا ہے منتخب کر لیتا ہے، پھر اس کی طرف وحی کرتا ہے اور اس کو بعض غیبوں کی خبر دیتا ہے یا اُن کے لئے ایسے دلائل قائم کرتا ہے جو غیب پہ دلالت کرتے ہیں۔

صاحبِ خازن مزید فرماتے ہیں

تفسیر خازن میں ہے۔ لکن اللّٰہ یصطفی ویختار من رسلہ من یشاءُ فیطلعہٗ علی بعض علم الغیب: لیکن اللہ تعالیٰ انتخاب کر لیتا ہے، رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اور اس کو اطلاع دیتا ہے بعض علمِ غیب پہ۔

marfat.com
Marfat.com

تفسیر جمل میں ہے، المعنیٰ لکن اللہ یجتبی ان یصطفی من رسلہ من یشاء فیطلعہ علی الغیب، معنی یہ ہیں کہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے پس اس کو مطلع کرتا ہے غیب پر۔

تفسیر کبیر میں ہے فاما معرفت ذالک علی سبیل الاعلام من الغیب فھو من خواص الانبیاء لیکن ان باتوں کا بطریق غیب پر مطلع ہونے کے جان لینا انبیاء کرام کی خصوصیت ہے۔

تفسیر روح البیان میں ہے، فان غیب الحقائق والاحوال لا ینکشف بلا واسطہ الرسول یعنی حقائق اور احوال کے غیب رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ کے بغیر منکشف نہیں ہوتے۔

تفسیر جلالین میں ہے فان کان اللہ لیطلعکم علی الغیب فتعرفو المنافق قبل التمیز ولکن اللہ یجتبی ویختار من یشاء فیطلع علی غیبہ کما اطلع النبی علیہ السلام علی حال المنافقین۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا کہ تمہیں علم غیب پر مطلع کر دیتے تو منافقین کو پہچان لیتے لیکن اللہ تعالیٰ چن لیتا ہے اور غیب پر اختیار دے دیتا ہے جسے چاہے جیسا کہ اُسنے نبی علیہ السلام پر منافقین کے حالات کو واضح کر دیا تھا۔

یاد رہے بعض مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں بعض علم غیب کہا ہے تو ان کے بعض سے خدا تعالیٰ کے علم غیب کے مقابلے میں بعض مراد ہے، نہ کہ مخلوق کے مقابلے میں علم ماکان و ما یکون بھی خدا کے علم کا بعض ہے۔

و انزل اللہ علیک الکتٰب والحکمۃ و علمک مالم تکن تعلم و کان فضل اللہ علیک عظیماً۔ اور اتاری ہے خدائے تعالیٰ نے تجھ پر کتاب اور حکمت اور سکھائی تجھے (اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ بات جو تو نہ جانتا تھا اور ہے خدا تعالیٰ کا فضل تجھ پر بہت بڑا۔

جلالین میں علمک مالم تکن تعلم کے ضمن میں ہے، ای من الاحکام و الغیب یعنی احکام اور علم غیب خازن میں ہے، یعنی من احکام الشرع و امور

marfat.com
Marfat.com

الدین وقیل علمک من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناہ علمک من خفیات الامور واطلعک علیٰ ضمائر القلوب وعلمک من احوال المنافقین وکیدہم،

یعنی احکام شریعت اور امورِ دینیہ اور کہا جاتا ہے کہ آپ کو علمِ غیب سے واقف کر دیا گیا جسے وہ پہلے نہ جانتے تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کو علوم کے معنی اور راز ہائے قلوب حتیٰ کہ منافقین کے حالات و فریب سے بھی مطلع فرما دیا تھا۔

عالم ماکان وما یکون

تفسیر حسینی میں اسی آیت کے ضمن میں ہے "آں علم ماکان وما یکون ہست کہ حق سبحانہٗ درشب اسرا بداں حضرت عطا فرمود، چنانچہ در حدیث معراج ہست، کہ من در زیر عرش بودم، قطرہٗ در حلق من ریختند فعلمت ماکان وما یکون جو علم خدائے تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج میں عطا فرمایا، وہ ماکان وما یکون کا علم ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں عرش کے نیچے تھا کہ ایک قطرہ میرے حلق میں ڈالا پس میں نے گذشتہ اور آئندہ کے حالات معلوم کر لیے۔

مشکوٰۃ شریف باب المساجد میں ہے عن عبد الرحمٰن بن عائش قال رسول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رأیت ربی عزوجل فی احسن صورۃ قال فیما یختصم الملاء الاعلیٰ قلت انت اعلم قال فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدی فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض وتلا وکذلک نری ابراھیم ملکوت السمٰوٰت والارض ولیکون من الموقنین (رواہ دارمی مرسلا)

عبد الرحمٰن بن عائش سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا کہ پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے رب عزّوجل کو اچھی صورت میں دیکھا، رب نے فرمایا کہ ملائکہ کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں، میں نے عرض کیا کہ تو ہی بہتر جانتا ہے۔ سرورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا پھر میرے رب عزّوجل نے اپنی رحمت کا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا میں نے اس کے وصولِ فیض کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان پائی۔ پس میں نے جان لیا جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس

marfat.com
Marfat.com

حال کے مناسب آیت تلاوت فرمائی اور وہ یہ آیت ہے وکذٰلِکَ نری ابراھیم الخ یعنی اسی طرح دکھائے ہم نے ابراہیم کو ملک آسمانوں اور زمینوں کے تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں، وضع کف مزید فضل، نابت تخصیص ایصال فیض. عنایت، کرم تکریم اور انعام سے کنایہ ہے اور سردی پانا حصول اثر فیض اور حصول علم سے کنایہ ہے۔ اس حدیث سے آفتاب کی طرح ثابت ہوگیا کہ ہمارے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر چیز کا علم عطا ہوا۔ حدیث مذکورہ میں حرفِ ما عمومیت پہ دال ہے جیسے کہ یہ حرف لَہٗ ما فی السّمٰوٰت وما فی الارض میں عمومیت پہ دال ہے مگر بعطاءِ الٰہی جل وعلیٰ نہ کہ بالذات، حدیث مذکورہ قولہٗ تعالیٰ لقد رای من ایاتِ ربّہِ الکبریٰ کے مطابق وموافق ہے

مُلّا علی قاری کا استدلال

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری مرقات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں (جلد اول ص۴۶۳) فعلمت ای بسبب وصول ذٰلک الفیض ما فی السّمٰوٰت والارض یعنی ما اعلمہ اللہ تعالیٰ مما فیہما من الملٰئکۃ والاشجار وغیرہا عبارۃ عن سعۃِ علمہ الذی فتح اللہ بہ علیہ وقال ابن حجر ای جمیع الکائنات التی فی السّمٰوٰت بل ما فوقھا کما یستفاد من قصۃ المعراج والارض ھی بمعنی الجنس ای وجمیع ما فی الارضین السبع بل وما تحتھا کما افادہ اخبارہ علیہ السلام عن الثور والحوت الذین علیھما الارضون کلھا یعنی ان اللہ اری ابراھیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ملکوت السّمٰوٰت والارض وکشف لہٗ ذٰلک وفتح علی ابواب الغیوب الحاصل اس فیض کے حصول سے میں نے وہ سب کچھ جان لیا جو آسمانوں اور زمین میں ہے یعنی جو کچھ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے تعلیم فرمایا ان چیزوں میں سے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہیں، ملائکہ اور اشجار وغیرہ سے اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسعت علم سے مراد ہے، جو خدا تعالیٰ نے حضرت پر کھول دیا، علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ مَا فِی السّمٰوٰت سے آسمانوں بلکہ ان سے بھی اوپر کی تمام کائنات کا علم مراد ہے جیسا کہ قصہ معراج سے استفادہ ہے اور ارض معنی جنس ہے یعنی وہ تمام چیزیں جو ساتوں زمینوں بلکہ ان سے بھی نیچے ہیں سب معلوم ہوگئیں جیسا کہ

marfat.com
Marfat.com

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثور (بیل) اور حُوت (مچھلی) اُن جیزوں کو دیا جن پہ سب زمینیں ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملک دکھائے اور اس کو ان کے سبب کشف فرمایا، اور مجھ پہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیبوں کے دروازے کھول دیئے۔

شیخ محدث دہلوی کی رائے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "اشعۃ اللمعات" میں فرمایا ہے، کہ زمین و آسمان کے علوم اور ان پہ احاطہ کرنا بھی تحریر ہے، اور مشکوٰۃ المصابیح باب المساجد و مواضع الصلوٰۃ ص۷۲ میں بروایت معاذ بن جبلؓ ایک حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں آنحضرتؐ فرماتے ہیں، فاذا انا بربی تبارک وتعالیٰ فی احسن صورت فقال یا محمد قلت لبیک ربی فیما یختصم الملاء الاعلیٰ قلت لا ادری قالہا ثلثا قال فرایت وضع کفہ بین کتفی حتی وجدت بردؔ انا ملہٗ بین ثدی فتجلّٰی بی کل شیئٍ وعرفت۔ پس ناگاہ مَیں اپنے پروردگار کے ساتھ ہوں اچھی صورت میں پروردگار نے فرمایا: یا محمدؐ، عرض کی مَیں نے حاضر ہوں یا پروردگار، خدا نے فرمایا کہ ملاءِ اعلیٰ کس بات میں جھگڑتے ہیں۔ مَیں نے عرض کیا مَیں نہیں جانتا، یہ امر تین مرتبہ دریافت فرمایا پھر مَیں نے دیکھا کہ خدا نے اپنا دستِ قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا یہانتک کہ مجھے اس کے پوروں کی سردی اپنی دونوں چھاتیوں کے درمیان معلوم ہوئی۔ پس مجھ پہ ہر چیز ظاہر ہوگئی اور مَیں نے سب کچھ پہچان لیا۔

ایک حدیث

کتاب الکلمۃ العلیا کے ص۱۲ پہ مشکوٰۃ شریف کے باب المعجزات سے ایک حدیث بروایت ابی جریرہ رضی اللہ عنہ منقول ہے کہ ایک بھیڑیا کسی گڈریے کی طرف آیا اور ریوڑ میں سے ایک بکری پکڑ لی۔ گڈریے نے تعاقب کرکے بکری کو چھڑا لیا (ابوہریرہ کہتے ہیں کہ) بھیڑیا ایک ٹیلے پہ چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اپنی دُم دونوں ٹانگوں کے درمیان کرکے کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے جو رزق مجھے دیا تھا وہ تونے مجھ سے لیا۔ گڈریے نے تعجب سے کہا۔ واللہ مَیں نے آج تک کوئی بھیڑیا کلام کرتے نہیں دیکھا بھیڑیے

marfat.com
Marfat.com

نے کہا اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز ایک شخص کا حال ہے جو دو سنگستانوں کے درمیان کھجور کے درختوں یعنی مدینہ میں ہے، وہ شخص گذشتہ اور آئندہ دنیا اور عقبیٰ کی سب خبریں دیتا ہے، وہ گذریا یہودی تھا یہ واقعہ دیکھ کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور پاک ؐ کو اس تمام واقعہ کی خبر دی اور اسلام لایا، حضور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خبروں کی تصدیق کی سبحان اللہ کی جانور تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم ماکان وما ھو کائن جانیں مگر انسان اس بارے میں متذبذب رہیں یا انکار کریں علامہ ملا علی قاری مرقات شرح مشکوٰۃ شریف جلد ۵ ص۱۵۰ میں یخبرکم بما مضی وما ھو کائن کی شرح یوں کرتے ہیں، یخبرکم بما مضی ای بما سبق من خبر الاولین ومن قبلکم وما ھو کائن بعدکم ای من نبأ الاٰخرین فی الدنیا ومن احوال الاجمعین فی العقبیٰ، اس سے معلوم ہوا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گذشتہ اور آئندہ واقعات دنیا اور عقبیٰ کی خبر دیتے ہیں۔

علوم جزوی وکلی

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ۔ اس آیت میں استثنا متصل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص علم میں سے انبیاء کرام علیہ الصلوٰۃ والسلام بقدر باتیار احاطہ کر سکتے ہیں۔ شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عائش نے آپؐ سے روایت کی، فعلمت ما فی السموات والارض پس دانستم ہرچہ در آسمانہا و در زمین بود عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی وکلی واحاطہ آنہا و خواند آنحضرت ؐ مناسب ایں حال ولقصد استشہاد بر امکان آں ایں آیت را وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموات والارض وہمچنیں نمودیم ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام را ملک عظیم تمامہ آسمانہا و زمین را لیکون من الموقنین تاکہ گردد ابراہیم از یقین کنندگان بوجوہ ذات وصفات وتوحید واہل تحقیق گفتہ اند، کہ تفاوت است، درمیان ایں دو روائت زیرا کہ خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام ملک آسمان وزمین را دید، وحبیب ہرچہ در زمین وآسمان بود حالی از ذوات وصفات وظواہر وبواطن ہمہ را دید، وخلیل حاصل مراد از یقین بوجوب ذاتی و وحدت حق بعد از دیدن ملکوت آسمان وزمین چنانکہ حال استدلال وارباب سلوک ومحبان و

marfat.com
Marfat.com

طالبان می باشد و حبیب حاصل شد مرادِ الیقین و وصول الی اللہ اول پس ازان دانست عالم را و حقائق آن را چنانکہ شان مجذوبان و محبوباں و مطلوباں است، و اول موافق است بقول ما رأیت شیئاً الا رایت اللہ قبلہ و تستان ما بین علماء علامہ طیبی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں، والمعنی انہ کما اعلاء ابراھیم ملکوت السموات والارض کذالک فتح علی ابواب الغیوب حتی علمت مافیھا من الذوات والصفات الظاھر والمغیبات

الکلمۃ العلیا۔ صفحہ ۱۰-۱۱ -

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ یعنی سکھا دیا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا،

تفسیر فتح العزیز میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہٗ العزیز تحریر فرماتے ہیں۔ و خبر صادق کہ از انبیاءے نوع خود محسوسات و معقولات انہا را شنیدہ باور کند و در دریافت مطالب بکار برد و چوں مخبر از بنی نوع بہ در رنگ ایں کس در دام حواس و عقل گرفتار است چیز ہائیکہ از حد حواس و عقل بالا تر است، خارج از خطاءِ انسانی ماند آن را با نزال وحی تعلیم فرمودند کہ وحی علم الٰہی بتوسط ملائکہ عظام بنوع انسان برسد و بکار بیاید والہام و کشف ونفث و ہواتف وتمثل امور غیبیہ کہ عرفاء و اولیاء را بتوسط ارواح انبیاء علیہم السلام و طفیل اقتدائے آنہا حاصل می شود ہمہ از توابع وحی است (ترجمہ) سچی خبر جو اپنے قسم محسوسات و معقولات کو آدمی سن کر باور کرے اور ان کے مطالب پانے میں کاربند ہو اور جب خبر دینے والا انسان اسی رنگ میں .... عقل اور حواس کے دام میں گرفتار ہے، وہ چیزیں جو حدِ عقل اور حواس کی قسم سے بالاتر ہیں جو خطاے انسانی سے خارج ہو اس کی مانند انزال وحی سے تعلیم فرماتے ہیں کیونکہ وحی الٰہی ملائکہ عظام کے وسیلہ سے نوع انسان تک پہنچتی ہے اور اس پہ عمل کیا جاتا ہے اور الہام، کشف اور نفث و ہواتف اور ان کی مانند دوسرے امورِ غیبی جو کہ عارفوں اور اولیاء کو ارواح انبیاء علیہم السلام کے توسط سے ان کی اقتدار کی بدولت حاصل ہوتے ہیں، سبھی وحی کے تابع ہیں، پس جب اولیاء اللہ کو امورِ غیبیہ پہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے آگاہ کیا جاتا ہے تو انبیاءے کرام کی غیب دانی میں کیا اشتباہ ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم سے بعض علم کو اپنے بعض پہ قیاس کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

marfat.com
Marfat.com

کی وُسعت علمی سے انکار کے مترادف ہے کیونکہ ہمارے علم کا بعض خدائی علم کے بعض سے کوئی نسبت نہیں رکھتا، ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ابی بن کعبؓ کی روائت

بخاری شریف باب کتاب التفسیر آیت، فلما جاوزا قال لفتاہُ آتنا غداءنا لقد لقینا من سفرنا هٰذا نَصَبًا کے ضمن میں ہے حدثنا ابی کعب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قال قام موسٰی خطیبًا فی بنی اسرائیل فقیل لہا ای الناس اعلم فقال انا فعتب علیہ اذا یراد العلم الیہ واوحی علیٰ عبدٍ من عبادی بلیٰ عبدٌ من عبادی الجمع البحرین ھُوَ اعلم منک قال ای رب کیف السبیل الیہ قال تاخذ حُوتًا الخ

قال فسلم الیہِ موسٰی وانی بارضک السلام فقال انا موسٰی فقال موسٰی بنی اسرائیل قال نعم قال ھَل اتبعک علیٰ ان تعلّمنی مما علّمت رشدا قال لہٗ الخضر یا موسٰی انک علٍم من علم اللہ علمکہ اللہ لا اعلمہٗ وانی علیٰ علمٍ من علم اللہ علمنیہٗ اللہ لا تعلمہٗ قال فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شیٔ حتّیٰ احدث لک منہُ ذِکرًا فانطلقا یمشیان علی الساحل فمرت بہما سفینۃ فعرف الخضر فحملوھم فی سفینتہم بغیر نول یقول بغیر اجر فرکبا السفینۃ قال ووقع العصفور علیٰ حرف السفینۃ فغمس منقارہٖ البحر فقال الخضر لموسٰی ما علمک وعلمی وعلم الخلائق فی علم اللہ الا مقدار ما غمس ھٰذا العصفور منقارہٗ ۔

پس سلام کرد برآں مرد موسٰیؑ گفت کجاست زمینے کہ تو بی سلام، پس گفت منم موسٰیؑ گفت آں مرد موسٰیؑ بنی اسرائیل ہستی گفت موسٰیؑ آرے، ہمراہی کنم ترا بریں کہ بیاموزی مرا از آنچہ دانستہ شدہ رشدہ، گفت مر موسٰیؑ را خضر علیہ السلام، ای موسٰیؑ تو بہ علم رسوخ داری از معلومات خدا کہ تعلیم کردہ خدا ترا آن علم کہ نے دانم آن را ومن راسخ بر علم از علوم خدایم کہ تعلیم کردہ مرا آن علم نے دانی تو آن را۔ گفت موسٰی تبعیت می کنم ترا۔ گفت خضر اگر متابعت می کنی مرا پس سوال مکن مرا از چیزے تا آنکہ من حدیث کنم، وبگویم ترا از آن چیز ذکرے، پس رفتند ہر دو حالیکہ گام می زدند

marfat.com

Marfat.com

برکنار دریا، پس گذشت بہ ہر دو کشتی، پس شناختہ شد خضر علیہ السلام پس برداشتند ایشاں را بے مزد تفسیر کردہ راوی نول را بالغیر اجر، پس سوار شدند بر کشتی، گفت وافتاد کنجشکے بہ کنار کشتی پس فرو برد منقار خود در دریا، پس گفت خضرؑ اے موسیٰؑ نیست دانائی تو و دانائی من و دانائی ہمہ آفریدگان در جنب علم خدا مگر مقدار فرو بردن ایں کنجشک منقار خود را۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم الٰہی کی وسعت کو کوئی نہیں پا سکتا، جب ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم ما کان و ما یکون حاصل تھا تو اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ جملہ مخلوقات کے مجموعی علوم سے آپ کا علم زیادہ تھا جس کا اندازہ خدائے تعالیٰ کے بغیر کسی کو معلوم نہیں مگر وہ آپ کا سب علم کے علم کا بعض تھا، جس کی مثال اوپر گذر چکی ہے، یعنی اتنا جتنا چڑیا کی چونچ کا تر ہونا بہ مقابلہ بحر ذخار کے، معلوم نہیں کہ منکرین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعتِ علمی سے اتنی کد کیوں رکھتے ہیں، اور اس کو اپنے پیمانوں سے ماپنے کی فضول کوشش کر کے خسران الدنیا والآخرہ کے متوجب کیوں بنتے ہیں، نیز مفصلہ بالا عبارات کی موجودگی میں اہل سنت والجماعت کے صحیح عقیدہ سے انحراف کرنے میں کیا حکمت جانتے ہیں۔

ایام ولادت، فوت اور قیامت کا علم

وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا، اور سلام خدا تعالیٰ کا ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور اس دن بھی کہ مروں میں اور اس دن کہ پھر اٹھوں میں جیتا یعنی قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ مجھ پر سلام رہے، اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارہ میں ہے وَالسَّلَامُ عَلَیْہِ یَوْمَ وُلِدَ وَیَوْمَ یَمُوْتُ وَیَوْمَ یُبْعَثُ حَیًّا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو اپنی سلامتی کی خبر دے دی، کہ پیدائش کے وقت مجھ پر سلامتی ہے، دنیا سے انتقال کرتے وقت بھی اور قیامت کے دن بھی، اور اسی طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق بھی ابتدائی حالت اوسط و انتہا میں سلامت رہنے کی خبر دی گئی۔ ان آیات کی موجودگی میں انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ بدظنی بے معنی ہے، کہ آپ کو اپنے خاتمہ کی خبر بھی نہ تھی، منکرین آیت ما ادری ما یفعل بی کو آپ کے عدمِ علم کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں، حالانکہ یہ آیت منسوخ ہے، جب وہ شیطان کے علم کو نص قطعی سے صحیح مانتے اور حضورؐ کے علم قطعی سے انکار

marfat.com
Marfat.com

کرتے ہیں، اور خدا تعالےٰ کے مطلق کرنے سے بھی غیب کے علم پر اعتقاد کرنے کو شرک قرار دیتے ہیں، تو اس حالت میں ان کا ایمان شیطان لعین پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نہیں، وما ادری کے متعلق مفصل بحث ہم منکرین کے اعتراضات کے جواب میں کریں گے۔

فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی — پس ہم نے وحی کی اپنے بندے پر جیسے حق تھا اس آیت میں وحی کی عظمت و شان کا بیان

ہے، ایک قول ہے کہ نمازوں کے متعلق وحی تھی، بعض کہتے ہیں کہ وحی یہ تھی کہ بہشت نبیوں پر اس وقت تک جب تک آپ اس میں قدم نہ رکھیں، حرام ہے، اور دیگر امتوں پر بھی جب تک آپ اس میں قدم نہ رکھیں، حرام ہے، اور دیگر امتوں پر بھی جب تک آپ کی امت اس میں داخل نہ ہو، حرام ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ وحی اسرار و حقائق اور معارف سے متعلق تھی جن کے سوائے خدا اور اس کے رسول ؐ کے اور کوئی نہیں جانتا، اور آیت وکان فضل اللّٰہ علیک عظیما کی تفسیر میں نیشاپوری میں ہے، کہ علم کی شرافت دے کر خدا نے آپ کو بزرگ فرمایا۔ اور اس کے مقابلے میں دنیا کو قلیل کہا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس میں احکام شرع کے متعلق اشارہ ہے، اور اکثر تفاسیر میں ہے کہ اس سے وہ علم غیب مراد ہے جس سے منافقین کے حالات پوشیدہ باتیں اور دلوں کے بھید آپ پر آئینہ ہو گئے اور متعدد تفاسیر میں ہے کہ اس سے وہ تعلیم مراد ہے جس سے آپ کو احکام شرع، امور دین اور علوم غیبیہ کا حصول ہوا، اور تفسیر زاہدی میں ہے کہ فَاَوْحٰۤی اِلٰی عَبْدِہٖ مَاۤ اَوْحٰی سے مراد وہ کلام ہے جو خدائے تعالیٰ نے اول سے آخر تک آپ سے کیا، اور جس کے جاننے سے جملہ مخلوقات مع انبیاء و رسل کے عاجز ہے۔

تفسیر روح البیان کی وضاحت

آپ کا علم جمیع معلومات غیبیہ ملکوتیہ کو محیط ہو گیا جیسا کہ حدیث بحث ملائکہ میں ہے کہ آپ نے فرمایا، کہ حق تعالےٰ نے اپنا کفِ قدرت میرے شانوں پر رکھا۔ جس کی سردی میرے پستانوں تک پہنچی، پس میں نے اوّلین و آخرین کے علم کو جان لیا، اور ایک روایت میں ہے کہ علم ہر اس چیز کا جو ہو چکی اور ہو گی اور محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں:-

marfat.com
Marfat.com

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ جبروت اور لاہوت سے کشف کیا گیا اور جو عجائب ملکوت سے آپ نے مشاہدہ فرمایا وہ بیان نہیں فرمایا جا سکتا۔ بلکہ اس کا ایک ادنیٰ جزو بھی سننے کا تحمل عقل وفہم انسانی میں نہیں اس لئے رمز، اشارہ اور کنایہ سے جو دلیل تفہیم ہے بیان فرمایا، فاوحیٰ الی عبدہٖ ما اوحیٰ، آہ پس قرآن مجید اور معتبر تفاسیر سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی کثرت وسعت بمقابلہ جمیع مخلوقات متحقق ہوئی، منکرین نے اس خیالِ خام سے ان کے دل کی بیماری کا اظہار ہوتا ہے، کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم محیط کائنات نہیں اور ابلیس کا علم محیط ہے۔ نعوذ باللہ من ہذا الخرافات"

بیضاوی کے حاشیہ شہاب میں آیت واعلم ما تبدون ما کنتم تکتمون کے نیچے چلپی سے نقل کر کے لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے معلومات بے نہایت یعنی ورا الورا ہیں آسمانوں اور زمینوں کے غیب نیز وہ چیز جو فرشتے ظاہر کرنے اور چھپاتے ہیں، خدا کے علوم سے ایک قطرہ ہیں، اور عقیدہ شرح قصیدہ بردہ شریف میں حضرت علامہ خرپوتی بن علومک علم اللوح والقلم کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ لوح محفوظ کیسی ہے۔

علامہ خرپوتی کا عقیدہ

وقد جعل الله له ثلاثمائة وستين
سنا كل سن يعرب عن ثلاثمائة وستين

صنفاً من العلوم الاجمالية فيفصلها في اللوح، قال شيخ محي الدين ابن عربي اعلم ان الله تعالى لما تجلى للقلم اشتق منه موجود آخر سماه اللوح وامر القلم ان يتدلى اليه ويودع فيه جميع ما يكون الى يوم القيامة انتهى، وقال الشعراني في كتاب اليواقيت والجواهر في عقائد الاكابر فان قلت فهل اطلع احد من الاولياء على عدد الحوادث التي كتبها القلم على اللوح الى يوم القيامة فالجواب قال الشيخ في الباب الثامن والستين بعد المائة من الفتوحات المكية نعم انا ممن اطلعه الله تعالى على ذالك وقال الشيخ اطلعني الله على عدد امهات علوم ام الكتاب وهو مائة الف نوع وتسعة وعشرون الف نوع وستمائة نوع كل نوع منها يحتوي على علوم انتهى الى قوله ان الله اطلعه عليه السلام على ما كتب القلم في اللوح المحفوظ وزاده ايضاً لان اللوح والقلم متناهيان فما فيهما متناه ويجوز

marfat.com
Marfat.com

احاطة المتناهی بالمتناهی وقال الشیخ زادہ هذا علی قدر فهمك واما من کحلت عین بصیرته بالنور الالٰهی فیشاهد بالذوق ان علوم اللوح والقلم جزء من علومه کما هی جزء من علم الله تعالیٰ۔

تحقیق خدا نے لوحِ محفوظ کے تین سو ساٹھ دندانے بنائے اور ہر ایک دندانے تین سو ساٹھ اقسام کے علوم اجمالی ہیں اور لوحِ محفوظ میں ان کی تفصیل کی گئی ہے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے قلم کے لئے تجلی فرمائی تو اس سے دوسری چیز مشتق ہو گئی اس کا نام لوحِ محفوظ رکھا اور قلم کو حکم دیا کہ جو کچھ تیرے پاس ہے لوح کے سپرد کیا جائے یعنی وہ سب کچھ جو قیامت تک ہونے والا ہے اور امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب یواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں فرمایا کہ کیا خدا تعالیٰ نے ان امور پر جو قلم نے لوحِ محفوظ پر لکھے کسی کو مطلع فرمایا ہے یا نہیں اس کا جواب شیخ اکبر نے فتوحات مکیہ کے ایک سو اڑسٹھویں باب میں دیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان امور کے متعلق اطلاع دی گئی نیز فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے امہات علوم ام الکتاب کے تعداد معلومات کی اطلاع دی اور ان علوم کے ایک لاکھ ستائیس ہزار اقسام ہیں اور ان اقسام میں سے ہر ایک قسم متعدد علوم پر حاوی ہے۔ الیٰ قولہ۔

لوح کے علوم کا علم

حق تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان علوم سے جو قلم نے لوح پر لکھے مطلع فرمایا لوح وقلم متناہی ہیں اور جو کچھ ان میں ہے وہ بھی متناہی ہے اور متناہی پر متناہی کا محیط ہونا جائز ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے کہا کہ یہ زیادتی جو آپ کے علم کے متعلق مذکور ہوئی یہ بھی تیری سمجھ کے اندازے پر ذکر کی گئی، ورنہ آپ کے علوم کثرت وسعت کے لحاظ سے احاطۂ فہم وادراک سے باہر ہیں اور جس کی چشم بصیرت انوارِ الٰہی سے منور ہوئی ہے وہ اپنے ذوق سے مشاہدہ کرتا ہے کہ لوح وقلم کے علوم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم کا ایک جزء ہیں جیسا کہ وہ علوم الٰہی کا ایک جزء ہیں۔

شارح قصیدہ بردہ کی وضاحت

قصیدہ بردہ شریف کی شرح میں علامہ محمد صادق ومن علومك علم اللوح والقلم کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ علم تو محیط بجمیع اشیاء آنچہ بر صفحۂ لوحِ محفوظ از زبان قلم رسیدہ الیٰ قولہ ومراد از

marfat.com
Marfat.com

نوح لوح محفوظ کہ قلم اعلیٰ الحکم قادر مختار تقدیر است جمیع مخلوقات را دراں ثبت کردہ و مصون از تغیر و تبدیل اور فاوحیٰ الی عبدہ ما اوحیٰ کے متعلق تفسیر نیشا پوری اور روح البیان و تاویلات ابوالمنصور ماتری وغیرہا سے منقول ہو چکا ہے کہ آپ کو علم قیامت بہ تعلیم الٰہی حاصل تھا۔ مگر آپ اس کے کتمان پر مامور تھے اور کیوں نہ ہو کہ آخر آیت سورۂ لقمان میں اسم خبیر مذکور ہے جس کے معنی خبر دہندہ بھی ہیں نیز جب قرآن و حدیث سے دیگر چاروں امور ثابت ہیں تو پانچویں کی نفی کیونکر ہو سکتی ہے، ہاں ذاتی علم غیب کی نفی پر ہمارا ایمان ہے اور ایسا ہی علم غیب بہ عطائے الٰہی پر بھی ایمان ہے۔ اگر آیات نفی و اثبات میں توفیق و تطبیق کا لحاظ نہ ہو تو آیات میں مخالفت اور مجادلہ لازم آتا ہے جو کسی طرح جائز نہیں ہے۔ اور منکرین آیات اثبات علم غیب سے انکار کر کے یومنون بہ بعض الکتاب ویکفرون ببعض کا مصداق ہو جاتے ہیں۔

تمام مخلوقات کا علم

تفسیر عرائس البیان میں ہے مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتَابِ مِنْ شَیْءٍ اس آیت کے تحت میں لکھا ہے ای ما فرطنا فی الکتاب ذکر احدٍ من الخلق لکن لا یبصر ذکرہ فی الکتاب الا المؤیدون بانوار المعرفتہ یعنی اس کتاب میں مخلوقات میں سے کسی کا ذکر نہیں چھوڑا مگر اس کو کوئی آدمی کے سوا نہیں دیکھ سکتا جس کی تائید انوارِ معرفت سے کی گئی ہے۔ انوار التنزیل میں ہے، یعنی اللوح المحفوظ فانہ مشتمل علی ما یجری فی العالم من جلیل ودقیق لم یہمل فیہ امر حیوان ولا جماد کتاب سے لوح محفوظ عبارت ہے اور ان حالات پر مشتمل ہے جو دنیا میں ہوتے ہیں، خواہ بہت بین یا باریک، اور اس میں حیوان و جماد کا ذکر نہیں چھوڑ گیا، خاندان میں ہے، ان القرآن مشتمل علی جمیع الاحوال اب کتاب سے اگر مراد قرآن شریف لیں تو بھی اور اگر لوح محفوظ لیں تو بھی اس امر پر یقین کرنا پڑے گا کہ کوئی چیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے خارج نہیں، وَلَا رَطْبٍ وَلَا یَابِسٍ اِلَّا فِی کِتَابٍ مُّبِیْنٍ یہاں بھی کتاب مبین سے مراد یا قرآن مجید ہے یا لوح محفوظ اور رطب و یابس سے مراد ماضی و مستقبل کے واقعات یا مقدورات کونیہ مراد ہیں، اس سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وسعت علم سے انکار نہیں کیا جا سکتا، اگر کوئی معترض

marfat.com
Marfat.com

اعتراض کرے کہ قرآن مجید تو ہمارے سامنے موجود ہے پھر ہم کیوں مقدورات کونیہ سے آگاہ نہیں تو اس کے جواب میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھ دینا کافی ہے ؎

جمیع العلم فی القرآن لاکن تقاصر عنہ افہام الرجال

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق قصور فہم کا گمان ہی نہیں۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ، اور وہ خبر غیب دینے میں بخیل نہیں ، خازن میں ہے ، يَقُولُ اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَاتِيه علم الغيب فلا يبخل به عليكم بل يعلمكم یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس غیب آتا ہے اور وہ اس میں تم پر بخل نہیں کرتے بلکہ سکھاتے ہیں ، اور یہ امر اسی وقت ممکن ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب حاصل ہے اور آپ لوگوں کو اس سے مطلع فرماتے ہوں۔

ويكون الرسول عليكم شهيدا ، خازن میں ہے ثم يوتى بمحمد عليه السلام فيسأله عن حال امته كيهم ويشهد بصدقهم ، یعنی قیامت کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلایا جائیگا ، پھر خدائے تعالیٰ آپ سے آپ کی امت کا حال پوچھیگا پھر آپ ان صفائی اور سچائی کی گواہی دیں گے ، اور ایسا ہی تفسیر مدارک میں بھی ہے ، تفسیر عزیزی میں ہے کہ رسول علیہ السلام مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ ، و حقیقت ایمان او چیست ، و حجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است ، پس رومی شناسد گناہان شمارا و اخلاص و نفاق شمارا لہٰذا شہادت او در دنیا و آخرت بحکم شرع در حق امت مقبول واجب العمل است یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور نبوت کی مدد سے اپنے دین سے ہر متدین کے رتبے سے اطلاع رکھتے ہیں ، نیز وہ جانتے ہیں کہ کیسے دین میں وہ کہاں تک پہنچا اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کونسا حجاب ہے جس کی بدولت وہ ترقی سے محروم رہا پس آپ تمہارے گناہوں اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں اس لئے آپ کی شہادت دنیا اور عقبیٰ میں امت کے حق میں شرعاً مقبول اور واجب العمل ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حق تبارک و تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا کیا ایسی نصوص اور

marfat.com
Marfat.com

دلائل ونصوص کے باوجود اس سے انکار کرنا محرومیٔ ایمان کی علامت ہے، خدا اس سے بچائے۔

تفسیر عزیزی میں مذکورہ عبارت کے آگے مندرج ہے، "آنچہ فضائل ومناقب وحاضران زمان خود مثل صحابہ وازواج واہل بیت یا غائبان از زمان خود مثل ادریس ومہدی ومقتول دجال یا از مصائب ومثالب حاضراں وغائباں ہے۔ فرماید، اعتقاد برآن واجب است، وازیں است کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را برا عمال امتان خود مطلع سازند کہ فلانے امروز چنیں میکند وفلانے چناں، تا روز قیامت ادائے شہادت تواں کرد۔

اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اپنے زمانے میں موجودہ لوگوں کے فضائل ومناقب مثلاً صحابہ، ازواج اور اہل بیت کے متعلق یا ان لوگوں کے متعلق جو آپ کے زمانے میں نہیں مثلاً ادریس، مہدی یا مقتول دجال وغیرہ فرماتے ہیں، یا اپنے زمانے میں موجودہ یا غائب لوگوں کی برائیاں بیان فرماتے ہیں۔ تو اس پہ اعتقاد رکھنا واجب ہے، اسی بنا پہ روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اس کی امت کے احوال سے مطلع کرتے ہیں کہ فلاں آج یہ اور فلاں وہ کام کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن وہ اپنی امت پہ گواہی دے سکے۔

علم غیب پر احادیث نبویؐ

اگرچہ کلام الٰہی میں اور بھی متعدد آیات ایسی ہیں جو علم غیب کے ثبوت میں پیش کی جا سکتی ہیں، مگر ہم انھیں پہ اکتفا کرتے ہیں کیونکہ اہل ایمان کی تشفی اور قلبی طمانیت کے لئے تو ایک آیت کا درج کر دینا بھی کافی ہے مگر ہم نے منکرین پہ اتمام حجت کے لئے اس قدر آیات درج کی ہیں، اور عین ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی اہل انصاف خالی الذہن ہو کر ان پہ غور وخوض کرے اور تائید ایزدی دولت وایمان وایقان سے مالا مال ہو۔ لیکن جس نے بصیرت کی آنکھوں پہ جہالت اور تعصب کی پٹی باندھ رکھی ہے، اس کے لئے اطمینان کا کوئی طریقہ نہیں، اب ہم اپنے دعوے کے مزید ثبوت کے لئے ذیل میں چند احادیث بھی درج کرتے ہیں اور ناظرین سے توقع رکھتے ہیں کہ وہ ان سے سرمایۂ حسین یقین حاصل کریں گے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اور طبرانی ابوالدرداء سے مروی ہے، لَقَدْ تَرَكَنَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم وما یحرك طائر جناحیہ الا ذکر لنا منہ علما یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں اس حال میں چھوڑا، اور کوئی پرندہ اپنے پر نہیں ہلاتا مگر اس کا علم ذکر ہم سے فرما دیا (اور اس کا علم ہمیں بتا دیا) اس میں یہ تردد لاحق ہوتا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دن قیامت تک کے سب حالات بتائے، یہ کیونکر ممکن ہے کیونکہ ایک دن وسعت نہیں رکھتا کہ اس میں اتنا بڑا کام سرانجام ہو سکے اس کے جواب میں ہم عمدۃ القاری شرح بخاری کی عبارت نقل کرتے ہیں دلالۃ علی انہ اخبر فی المجلس الواحد بجمیع احوال المخلوقات من ابتدائھا الی انتھائھا وفی ایراد ذلك کلہ فی مجلس واحد امر عظیم من خوارق العادۃ کیف وقد اعطی مع ذالك جوامع الکلم یعنی اس حدیث میں اس امر پہ دلالت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں مخلوقات کے ابتدا سے لے کر انتہا تک جملہ حالات کی خبر دی اور ایک ہی مجلس میں سب حالات کا بیان فرما دینا ایک بڑا معجزہ ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حق تعالیٰ نے جوامع الکلم عطا فرمائے، جیسا کہ داؤد علیہ السلام کو معمولی وقفے میں تمام زبور پڑھنے کی طاقت عطا کی گئی تھی، مشکوٰۃ المصابیح باب بدء الخلق و ذکر الانبیاء علیہم السلام ص ۵۰۰ میں ہے۔

عن ابی ھریرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خفف علی داؤد القرآن فکان یامر بدوابہ فتسرج فیقرا القرآن قبل ان تسرج دوابہ، یعنی حضرت داؤد علیہ السلام قرآن زبور! پڑھنا آسان کیا گیا تھا۔ پس وہ اپنے گھوڑوں پر زین کسنے کا حکم دیتے اور آپ زین کسے جانے سے پہلے زبور ختم کر لیتے، اس حدیث کے تحت میں مظاہر الحق جلد چہارم ص۴۸۹ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لئے زمانہ کو طی و لبسط کرتا ہے یعنی کبھی زیادہ زمانہ تھوڑا اور کبھی تھوڑا زمانہ زیادہ ہو جاتا ہے، سیدنا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ، کے متعلق بھی منقول ہے کہ ایک رکاب میں پاؤں رکھتے اور قرآن مجید پڑھنا شروع کر دیتے اور دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے تک ختم کر لیتے۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفی یدیہ

marfat.com
Marfat.com

کتابان فقال اتدرون ماھذا ان الکتابان قلنا لا یا رسول اللہ الا ان تخبرنا فقال للذی فی یدہ الیمنی ھذا کتاب من رب العلمین فیہ اسماء اھل الجنۃ واسماء ابائھم وقبائلھم ثم اجمل علیٰ اٰخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابداً ثم قال للذی فی شمالہ ھذا کتاب من رب العلمین فیہ اسماء اھل النار واسماء اٰبائھم وقبائلھم ثم اجمل علیٰ اٰخرھم فلا یزاد فیھم ولا ینقص منھم ابداً۔

(مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان باب الایمان بالقدر فصل ثانی حدیث سوم (مطبوعہ گلزار محمدی پریس لاہور۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ہماری طرف اپنے ہاتھوں میں دو کتابیں لئے ہوئے تشریف فرما ہوئے، اور فرمانے لگے کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کتابیں کیا ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نہیں جانتے مگر یہ کہ آپ ہمیں خبر دیں پس فرمایا کہ یہ کتاب جو ہمارے دائیں ہاتھ میں ہے، یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔ اس میں اہل بہشت ان کے والدین اور قبائل کے نام ہیں، پھر ان میں سے آخری نام پر حساب مجمل کیا گیا (کہ تمام جنتی اتنے ہوئے) پس ان میں کمی بیشی نہ کی جائے گی، پھر فرمایا، جو کتاب بائیں ہاتھ میں ہے یہ بھی رب العالمین کی طرف سے ہے، اس میں اہل دوزخ معہ ولدیت وقبیلہ درج ہیں۔ پھر ان میں سے آخر والے پر حساب مجمل کیا گیا (جو کہ تمام دوزخی اتنے ہوئے پس ان میں بالکل کمی بیشی نہ کی جائے گی۔ الی آخرہ (رواہ ترمذی) اس کی شرح میں شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث ومحقق دہلوی، اشعۃ اللمعات (جلد اول صـ۱ مطبوعہ نولکشور) میں فرماتے ہیں کہ کشف کردہ شد برآں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت ایں امر ومطلع شد براں چنانکہ شد و خفائے نماند درآں تمثیل وتصویر کرد معنی حاصل در قلب شریف بچیزیکہ گویا در دست اوست وحالانکہ در خارج کتابے نیست ونوشتہ نہ واہل باطن وارباب مکاشفہ گویند کہ وجود کتاب حق است ومحمول بر حقیقت بے شائبہ مجاز وتاویل۔

حضرت حسینؓ کی ولادت کی خبر

قال اللہ ان شاء اللہ غلاما یکون فی حجرک (مشکوٰۃ شریف باب مناقب اہل بیت)

بروایت ام فضل وارد ہے کہ اس نے (ام فضل نے) حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا، کہ

marfat.com
Marfat.com

میں نے آج رات ایک ناپسند خواب دیکھا ہے، حضور نے پوچھا، وہ کیا گیا اس نے عرض کی کہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک ٹکڑا آپ کے جسم کا کاٹ کر میری گود میں رکھا ہے، حضرت نے سُن کر فرمایا کہ یہ خواب تو اچھا ہے، انشاء اللہ تعالیٰ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا، وہ تیری گود میں ہوگا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کسریٰ ہلاک ہوگا

اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہٗ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہٗ (صحیح بخاری وصحیح مسلم) یعنی جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ یہ بات آپ نے اس وقت ارشاد فرمائی جب کہ کسریٰ و قیصر کی عظمت شان اپنی انتہائی بلندی پہ تھی، اور کسی آدمی کے ذہن میں بھی ان کے زوال کا خیال نہ آتا تھا لیکن تاریخ بلکہ آج تک کا مشاہدہ اس پہ شاہد ہے کہ جو کچھ آپؐ نے فرمایا، وہ حرف بحرف پورا ہوا، اور ایران میں کسریٰ کی شاہنشاہیت اور روم میں قیصر کی شاہنشاہیت کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ ایران میں مجوسی شاہنشاہ اور روم میں رُومی شاہنشاہ کا وجود کسی کو نظر نہ آیا۔

فتح خیبر کا علم

خیبر میں یہودیوں کی زبردست طاقت کی موجودگی نے اسلامی لشکر کے حملے ناکام بنا دیئے، ایک دن آپ نے فرمایا، لاعطین ھٰذا الرایۃ غداً رجلاً یفتح اللہ علیٰ یدیہ یحب اللہ ورسولہٗ ویحبہ اللہ ورسولہٗ یعنی کل میں یہ عَلَم اس شخص کے ہاتھ میں دُونگا جس کے ہاتھ پہ کل فتح ہو جائے گی، اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور خدا اور رسول اس کو پیار کرتے ہیں پھر دنیا شاہد ہے کہ جس طرح آپ نے فرمایا تھا اسی طرح وقوع میں آیا۔

صحابہؓ کے ہر سوال کا جواب

صحیح البخاری کتاب العلم میں ہے، ایک دفعہ آپ خطبہ دے رہے تھے کہ بعض صحابہؓ نے آپ سے کچھ سوال کئے، جو آپ کی طبع مبارک پہ ناگوار گزرے۔ پھر آپؐ نے پُرجوش انداز میں فرمایا، سلونی عمّا شئتم یعنی مجھ سے جو چاہو دریافت کرو، جس کے جواب میں کچھ حضرات

marfat.com
Marfat.com

نے مختلف سوالات کئے اور ان کے صحیح جوابات پائے، آپ بار بار فرماتے تھے، کہ پوچھو مجھ سے پوچھو مجھ سے، یہ حالت دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں اللہ اپنا رب، محمد اپنا رسول اور اسلام اپنا دین پسند ہے۔

ایک صحابی کا حشر

ایک غزوہ میں ایک شخص بڑی تندہی سے دشمنانِ اسلام کے مقابلے میں جنگ کر رہا تھا بعض صحابہ کرام نے اس کے جانبازانہ حملوں کی بنا پہ اس کی تعریف کی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جہنمی ہے، اس پہ صحابہ کرام کو تعجب ہوا۔ ایک صحابی تفتیش حال کے لئے اس کے پیچھے ہوئے اور دیکھا کہ لڑائی میں اسے ایک زخم آیا لیکن اس نے بے صبری کی اور خودکشی کر لی، وہ صحابی رضی اللہ عنہ جناب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حقیقتِ حال سے خبر دی اور شہادت دی کہ آپ خدا کے سچے رسول ہیں اصل واقعہ سے آگاہ ہو کر صحابہ کا تعجب رفع ہوا۔ ملخصاً

اسی طرح ایک اور شخص کسی غزوہ میں قتل ہوا، اور کسی نے آ کر خبر دی کہ فلاں آدمی شہید ہوا، آپ نے سن کر فرمایا کہ شہادت اس کی قسمت میں نہیں کیونکہ وہ مالِ غنیمت میں سے ایک عبا چرانے کی وجہ سے دوزخ میں ہے اور میں نے خود اسے دوزخ میں دیکھا ہے ملخصاً

خلافتِ راشدہ کی مدت کا تعین

آپ نے ارشاد فرمایا کہ خلافت (حکومتِ الٰہیہ) اتیس برس تک رہے گی پھر ملوکیت ہو جائے گی یہ مدتِ خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پہ ختم ہوتی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک کنواں دیکھا، اس پہ ڈول پڑا ہوا تھا میں نے کنوئیں میں سے پانی کے اتنے ڈول نکالے جتنے خدا نے چاہے، پھر یہ ڈول ابن قحافہ (صدیق اکبرؓ) نے لے لیا اور ایک دو ڈول پانی نکالا لیکن ان پہ ضعف کا اثر تھا عفا اللہ تعالیٰ عنہٗ پھر یہ ڈول جسامت میں بہت بڑھ گیا تو ابن خطاب (فاروق اعظمؓ) نے ہاتھ میں لیا اور بڑی ہمت سے کھینچا۔ میں نے کسی طاقتور کو اس طرح کھینچتے نہیں دیکھا حتیٰ کہ حوض پانی سے بڑھ گیا اور پینے والے چاروں طرف بکثرت جمع ہو گئے (ملخصاً)

marfat.com
Marfat.com

اس میں شیخین کی خلافت کا اشارہ ہے جسے خدا ئے تعالیٰ نے پورا کر دیا۔

صحیح بخاری مناقب ابوبکر اور جامع ترمذی مناقب عثمان میں ہے کہ ایک دفعہ آپ حضرت ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی معیت میں کسی پہاڑ پر تشریف فرما تھے کہ اچانک پہاڑ لرزنے لگا، آپؐ نے فرمایا، کہ اے پہاڑ ٹھہر جا تجھ پر ایک رسول، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ اس میں حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کی طرف اشارہ تھا (ملخصاً)

امام حسنؓ کے کردار کی وضاحت

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ میرے اس فرزند کے ذریعے سے خدا مسلمانوں کے دو گروہوں میں مصالحت کرائے گا چنانچہ آپ کے زمانۂ خلافت میں ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح آپؐ نے حضرت علی، حضرت امام حسین حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو شہادت کی خبر دی اور آپؐ نے آئندہ واقعات کے متعلق اسقدر پیش گوئیاں کیں جن کا احاطہ مشکل ہے اور وہ سب کی سب حرف بحرف پوری ہوئیں۔ قرآن مجید، کتب احادیث اور مستند تاریخیں اس امر کی شاہد ہیں۔

علماءِ امت کے نظریات

اب ہم ذیل میں مقتدر علمائے امت کے اقوال بھی درج کرتے ہیں جنہوں نے اِس مسئلہ پہ اظہار خیال ہے اور جن سے اس مسئلہ میں بے دینوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دینے والی روشنی پڑتی ہے۔

(۱) علامہ محمد صادق علی قصیدہ بُردہ شریف کی شرح میں بہ تحت "و من علومك علم اللوح والقلم" فرماتے ہیں "علمِ تو محیط است بجمیع اشیا آنچہ بر صفحۂ لوح محفوظ از زبان قلم رسیدہ الی قولہ و مراد از لوح لوح محفوظ کہ قلم اعلی الحکم قادر مختار تقدیرات جمیع مخلوقات را دراں ثبت کردہ و مصون است از تغیر و تبدیل" یعنی آپؐ کا علم تمام اشیاء پر جو زبان قلم سے صفحۂ لوح محفوظ تک پہنچی ہیں محیط ہے ...... اور لوح سے مراد لوح محفوظ ہے جس میں قادر مطلق کے حکم سے قلم اعلیٰ نے تمام مخلوق کی تقدیریں تحریر کر دی ہیں، اور وہ ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

ملا علی قاریؒ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی کے تحت میں فرماتے ہیں، "وکون منھا من علومہ علیہ السلام تتنوع الی الکلیات والجزئیات و حقائق ومعارف وعوارف تتعلق بالذات والصفات وعلمھا یکون نھرًا من بحور علمہ وحرفًا من سطور علمہ" اور لوح محفوظ کے علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کا ایک جزو ہیں کیونکہ آپؐ کے علوم کلیات جزئیات حقائق، معارف اور ان کے عوارف سے جن کا تعلق ذات صفات سے ہے، پر منقسم کیا، اس لئے لوح محفوظ کا علم علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کی ایک نہر ہے، اور آپ کی سطور علم میں سے ایک حرف ہے۔"

اگر یہاں معترض اعتراض کرے کہ اگر لوح محفوظ کا علم آپ کے علم کا ایک جزو ہے، تو دوسرے اجزا کونسے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ لوح محفوظ میں صرف قیام قیامت تک کے حالات مندرج ہیں لیکن آپ واقعات قیامت اور مابعد قیامت سے بھی آگاہ ہیں لیکن اس کے باوجود آپ کا علم متناہی ہے، لامتناہی علوم صرف ذات باری تعالیٰ کے ہیں، جس کی ابتدار اور انتہا نہیں۔ شہید عفی عنہٗ)۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ مدارج النبوۃ میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث نے ارقام فرمایا ہے "وی صلی اللہ علیہ وسلم دانا است ہمہ چیز از شیونات واحکام الٰہی واحکام، وصفات حق واسمار وافعال و آثار و بجمیع علوم ظاہر و باطن و اوّل و آخر احاطہ نمودہ، ومصداق فوق کل ذی علم علیم شد یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام اشیاء، شیون، احکام الٰہی، صفات حق، اسماء، افعال اور آثار کے جاننے والے ہیں اور تمام علوم ظاہری و باطنی، اولین وآخرین پہ احاطہ فرما کر فوق کل ذی علم علیم کے مصداق ہوئے۔ نیز اسی کتاب میں ہے۔" از زمان آدم تا نفخۂ اولیٰ بروے علیہ السلام منکشف ساختند تا ہمہ احوال (او) از اول تا آخر معلوم گردد، و یاران خود را نیز از بعضے احوال خبر داد" حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نفخۂ اولیٰ تک کے حالات آپ پہ منکشف فرمائے تاکہ اوّل سے آخر تک تمام حالات آپ کو معلوم ہو جائیں۔

marfat.com
Marfat.com

ابنِ تیمیہ علّامہ ابنِ تیمیہ حرّانی نے صحیحین کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے (الفرق بین اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان) کہ حضرت ابوالبشر آدم علیہ السلام اور موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے مابین بحث ہوئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوالبشر! اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کیا۔ آپ میں اپنی روح پھونکی اور ملائکہ سے آپ کے لئے سجدہ کرایا مگر آپ نے ہمیں اور اپنے آپ کو جنت سے نکالا۔ حضرت ابوالبشر علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ خدا نے آپ کو صفتِ کلیمی سے برگزیدہ کیا، آپ کو تورات، عطا فرمائی مجھے یہ تو بتایئے کہ آپ نے میری پیدائش سے کتنی مدت پہلے یہ آیت لکھی ہوئی دیکھی، وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی۔ موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ چالیس سال پہلے، حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر آپ مجھے ایسی بات پر کیوں ملامت کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے میری پیدائش سے چالیس سال پہلے میری تقدیر میں لکھ دی تھی، یہ جواب سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خاموش ہونا پڑا۔

ہم مخالفین سے پوچھتے ہیں کہ حضرت آدم اور موسیٰ علیہما السلام کے زمانوں میں بُعد المشرقین ہے۔ پھر یہ مکالمہ کس طرح اور کہاں ہُوا ؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پتہ چلا کہ یہ آیت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چالیس سال پہلے ہی لکھی جا چکی تھی؛ حضور علیہ السلام تک یہ بات کیونکہ پہنچ گئی ؟ کیا ان سوالات کے جوابات امورِ غیبیہ میں سے نہیں اگر ہیں (اور یقیناً ہیں) تو پھر مخالفین غیب عطائی کے منکر ہو کر کئی نصوص اور احادیث کا کیوں انکار کرتے ہیں جس سے ارتکاب کفر لازم آتا ہے۔

مُنکرینِ علمِ غیب کے دلائل ہم ذیل میں منکرین کے دلائل نقل کرتے ہیں اور ساتھ ہی مثبتین علمِ غیب کے جواب بھی درج کرتے ہیں، فریقین کے دلائل کے بعد ہم مختصر مگر فیصلہ کن محاکمہ لکھیں گے (انشاء اللہ)

آیت نمبر ۱ وعندہٗ مفاتیح الغیب لا یعلمھا الا ھو "یعنی غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں اور غیب کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ۔"

الجواب آیت مذکورہ علمِ غیب ذاتی کی نفی ہے نہ کہ غیب عطائی کی۔ اگر علمِ غیب عطائی

marfat.com
Marfat.com

کی نفی تسلیم کی جائے تو ان آیات کے کیا معنی ہوں گے جو اثبات علم غیب میں پیش کی گئی ہیں اور متعدد تفاسیر سے جو مستند حوالے پیش کیے گئے ہیں ان کی کیا تاویل کی جائے گی۔

فائدہ لطیفہ۔ عندہٗ مفاتیح الغیب لہٗ مقالید السموات والارض میں اہلِ ایمان کو کچھ ادھر ہی بات نظر آتی ہے یعنی مفاتیح کا پہلا اور آخری حرف (م ح) مقالید کے پہلے اور آخری حرف (م د) سے ملانے سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنتا ہے یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدائے تعالیٰ کے خزانہ علوم کی کنجیاں عطا ہوئیں اور اہلِ ایمان کو اس میں ذرا بھی شک نہیں کیونکہ ان کا تو پہلے ہی یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات مبارک ہی قاسم العلوم والانعام ہے اور خدائے تعالیٰ کا فضل و انعام جس پر جس حالت میں بھی ہو۔ آپ کی روح پاک کی معرفت ہی ہوتا ہے۔ جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم کا دروازہ تھے (انا مدینۃ العلم وعلیٌ بابہا) اسی طرح خدائے تعالیٰ کے علوم غیبیہ واسرار خفیہ کے خزائن کے کلید بردار آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں، اور یہ بات امر واقعہ اور حقیقت کی جان ہے، بخاری شریف میں عقبہ بن عامر سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اُعطیت مفاتیح خزائن الارض یعنی زمین کے خزانوں کی کنجیاں مجھے عطا کی گئیں۔

پس آیت مذکورہ اور دیگر آیات و احادیث میں جن میں علم غیب کا اثبات ہے، یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ تعلیم الٰہی کے بغیر آپ علوم الٰہیہ کو نہیں جانتے، اور یہ تعلیم الٰہی سے بعض غیوب آپ کو حاصل ہیں۔ یعنی علوم الٰہی کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو بعطائے الٰہی حاصل ہوئی ہیں۔ اپنی ذات سے نہیں، اور اہل سنت والجماعت کی تفاسیر کا خلاصہ بھی یہ ہے کہ آپ کا علم غیب عطائی ہے ذاتی نہیں، اور تفسیر احمدی میں لکھا ہے کہ مفاتیح الغیب سے وہ پانچ غیوب مراد ہیں جو سورہ لقمان کے آخر میں بیان ہوئے، اور ان کا حاصل ہونا بہ تعلیم الٰہی اپنے موقعہ پر آئے گا۔

تفسیر روح البیان میں آیت عندہٗ مفاتیح الغیب ۔۔۔ الآیۃ کے تحت میں لکھا

marfat.com
Marfat.com

ہے، فعلم ان الغیب مختص باللہ تعالیٰ وما ورد عن الانبیاء والاولیاء من الاخبار عن الغیوب فبتعلیم اللہ تعالیٰ اما بطریق الوحی او بطریق الالہام والکشف فلا ینافی ذلک اختصاص علم الغیب بما لا یطلع علیہ الا الانبیاء والاولیاء والملائکۃ کما اشار الیہ بقولہ عٰلم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول۔ ۱۵۱

پس معلوم ہوا کہ علم غیب حق تعالیٰ سے خاص ہے اور انبیاء اولیاء سے جو غیب کی خبریں دی مروی ہیں۔ پس وہ خدا کی تعلیم سے ہیں یا بطریق وحی یا بطور کشف والہام پس جس علم پر سوائے انبیاء اولیاء اور ملائکہ کے کوئی مطلع نہیں ہوا۔ وہ حق تعالیٰ سے ہی خاص ہے جیسا کہ آیت عٰلم الغیب فلا یظہر۔۔ الخ کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے۔ مواہب لدنیہ، انوار محمدیہ، مدخل ابن حاج اور زرقانی شرح مواہب میں لکھا ہے

لَا فَرْقَ بَیْنَ مَوْتِہٖ وَحَیَاتِہٖ فی مشاھدتہ لامتہ ومعرفتہ باحوالھم دنیاھم وعزئمھم وخواطرھم وذلک عندہٗ جلیٌّ لاخفا بہٖ، انوار محمدیہ اور مواہب کے اسی صفحہ پر عبارت مذکورہ کے تحت میں فرمایا ہے فان قلت ھذا الصفات مختصۃ باللہ تعالیٰ فالجواب من انتقل الیٰ عالم البرزخ من المومنین یعلم احوال الاحیاء غالبًا وقد وقع کثیرًا من ذلک کما ھو مسطور روی ابن المبارک عن سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ لیس من یوم الا وایعرض علی النبی اعمال امتہ غدوۃ وعشیا فیعرف سیماھم واعمالھم ولذالک یشھد علیھم کما قال اللہ تعالیٰ وجئنابک شھیدا۔ ربدر السافرۃ ومواہب من عینیم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، زندگی اور وفات کی حالت میں اپنی امت کے احوال نیات، ارادے اور قلبی وساوس کے دیکھنے اور پہچاننے میں برابر ہیں اور یہ بات ان کے نزدیک جلی ہے خفی نہیں، اور ابن مبارک نے سعید بن مسیب سے روایت کیا کہ ہر روز امت کے عمال جو کہ وہ صبح اور شام کرتے ہیں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

marfat.com
Marfat.com

پیش کئے جاتے ہیں، پس آپ ان کے چہروں سے ان کے اعمال کو پہچانتے ہیں (خواہ وہ اعمال و(خلق) ہوں یا دلی، بدنی ہوں یا مالی، اچھے ہوں یا بُرے) اسی بنا پہ آپ قیامت کے دن امت کے اعمال نیک و بد کی شہادت دیں گے اور اعمال بد پہ امت کی رستگاری کے لئے شفاعت فرمائیں گے۔

اور زرقانی میں عبارت مذکور کے بعد فرماتے ہیں (من انتقل عالم البرزخ من المؤمنین) الکاملین (یعلم احوال الاحیاء غالبا) باعلام اللہ تعالیٰ وتعرض علی الانبیاء والآباء والامہات یوم الجمعۃ فیفرحون بحسناتھم وتزداد وجوھھم بیاضا واشراقا فاتقوا اللہ ولا تؤذوا امواتکم (رواہ الترمذی الحکیم) ترجمہ۔ اور مومنین میں سے جو دنیا سے عالم برزخ کی طرف انتقال فرماتے ہیں (یعنی کامل مومنین) اکثر زندوں کے احوال کو جانتے ہیں باعلام الہٰی، اور ایک حدیث کی رُو سے پیش کئے جاتے ہیں، ان کے اعمال ہر جمعرات اور پیر کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے ان کے حالات ہر جُمعہ کے دن ان کے والدین اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں، پس وہ ان کی نیکیوں سے خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہروں پہ سفیدی اور روشنی زیادہ ہوتی ہے۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور اپنے فوت شدگان کو (اعمال بد سے) ایذا نہ دو (رواہ ترمذی) اور یہی حدیث امام ابو عبداللہ قرطبی کے تذکرہ سے ابن حاج نے مدخل میں نقل کی ہے۔

صاحبِ تقویۃ الایمان کا عقیدہ

تقویت ایمان صفحہ ۱۸ میں لکھا ہے قال اللہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ وما یشعرون ایان یبعثون۔ اس آیت کا مطلب مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ تمام غیبی علوم ذاتی طور پہ خدا کے بغیر کوئی نہیں جانتا اور یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ذاتی علم غیب صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہی ہے اور آیت میں اسی کی نفی ہے، یعنی تمام غیبی علوم کوئی نہیں جانتا نیز بغیر بتائے کسی کو معلوم نہیں

تفسیر مدارک میں ہے والغیب مالم یقم علیہ دلیل ولا اطلع علیہ مخلوق یعنی غیب وہ ہے جس پہ کوئی دلیل قائم نہ ہو اور کسی مخلوق کو اس پہ مطلع نہ کیا گیا، یعنی یہ ہی وہی

marfat.com
Marfat.com

بات جس کی کسی کو بھی اطلاع نہ ہوئی ہو یعنی جس غیب کی کسی کو دہبی طور پہ اطلاع مل گئی، وہ غیب غیب نہ رہا، نہ اس کو غیب کہا جا سکتا ہے۔ اس سے لازمی طور پہ یہ نتیجہ نکلا، کہ غیب صرف ذاتی ہے اور جن آیات میں علم غیب کی نفی کی گئی ہے وہ اسی ذاتی ذاتی غیب کی ہی ہے۔

ومن حولکم من الاعراب منافقون ومن اهل المدینة مردوا علی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم، اس آیت سے بھی منکرین علم غیب نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی نفی کی ہے حالانکہ اس میں علم غیب ذاتی کی نفی ہے یا اس حالت کا ذکر ہے جس میں کہ آپ منافقین کے نفاق کو ظاہر کرنے پر مامور نہ تھے، پھر جب آپ امور ہوئے تو آپ نے منافقین کو ان کے نام لے کر مسجد سے باہر نکال دیا اور یہ امر بھی مسلمات سے ہے کہ آپ کی آخری حالت پہلی حالت سے بلحاظ علم و کمالات بلند اور بہتر تھی کیونکہ آپ ساعت بہ ساعت ارتقا کی منازل طے کرتے جاتے، کما قال اللہ تعالی وَلَلْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی نیز آپ کو خدا تعالی کی طرف سے ارشاد ہوا وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا یعنی اے محبوب آپ ترقی علم کی دعا کریں، اور اپنے پروردگار کو کہیں کہ اے میرے پروردگار زیادہ کر میری سمجھ کو۔

تفسیر کبیر میں متن حولکم من الاعراب منافقون کے تحت میں لکھا ہے

عن السدی عن انس بن مالک فقال اخرج یا فلاں فانک منافق اخرج یا فلاں فانک منافق، فاخرج من المسجد ناسا وفضحهم۔ ترجمہ۔ سدی نے انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی کہ حضور نے فرمایا کہ نکل اے فلاں کہ تو منافق ہے، اور نکل اے فلاں کہ تو منافق ہے، پس آپ نے منافقوں کو مسجد سے نکال دیا اور انہیں ذلیل و رسوا کیا، اور تفسیر در منثور میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن جریر اور ابن ابی حاتم سے طبرانی نے اوسط میں اور ابو الشیخ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے آیت مذکورہ کے ضمن میں لکھا ہے قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعة خطیبا فقال قم یا فلاں فاخرج فانک منافق فاخرجهم باسمائهم ففضحهم ولم یکن عمر

marfat.com
Marfat.com

ابن الخطاب شهیدٌ تلك الجمعة الحاجة كانت لهٗ لقیهم عمر رضی اللّٰہُ تعالیٰ عنہ وھم یخرجون من المسجد، فاختبأ عمر منھم استحیاءً انّہٗ لم یشھد الجمعة وظن الناس قد انصرفوا واختبؤا ھم من عمر وظنّوا انّهٗ قد علم بامرھم فدخل عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہٗ المسجد فاذا النّاس لم ینصرفوا، فقال الرّجل ابشر یا عمر فقد فضح اللّٰہ المنافقین الیوم، فھذا العذاب الاولیٰ والعذاب الثّانی فی القبر۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جمعہ کے دن خطبہ پڑھنے کو کھڑے ہوئے، تو فرمایا کہ اے فلاں اُٹھ کہ تو منافق ہے، پھر منافقوں کو ان کے نام لے لے کر نکال دیا اور انہیں رسوا کیا، حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اس مجلس میں کسی وجہ سے حاضر نہیں ہوئے تھے۔ منافقوں نے گمان کیا کہ حضرت ہمارے حال سے آگاہ ہو گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ مسجد میں داخل ہوئے، درانحالیکہ منافق مسجد سے خارج ہو رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ منافقوں سے کترائے، کیونکہ آپ کو واقعہ کی خبر نہ تھی۔ اس لئے کہ آپ جمعہ سے رہ گئے تھے تو ایک آدمی نے کہا کہ اے عمرؓ خوشخبری ہو کہ آج خدائے نے منافقوں کو ذلیل وخوار کر دیا، پس منافقوں کے لئے یہ پہلا عذاب ہے اور دوسرا عذاب قبر میں ہے اور ابوالشیخ نے ابی مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے بیان کیا۔ فی قولہٖ سنعذبھم مرّتین فقال کان النّبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم یعذّب المنافقین یوم الجمعۃ بلسانہٖ علی المنبر وعذاب القبر یعنی خدا تعالیٰ کے اس قول میں کہ جلدی ہی ہم منافقوں کو دو مرتبہ عذاب دیں گے۔ اس نے کہا کہ ایک عذاب تو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنی زبان مبارک سے منبر پہ کھڑے ہو کر ان کو دے دیا اور دوسرا عذاب قبر میں ہوگا۔

تفسیر سراج المنیر میں حضرت علامہ محمد شربینی الخطیب سدی کی روایت مذکورہ کے بعد فرماتے ہیں، قال قیل کیف ھذا مع قولہ تعالیٰ لاتعلمھم نحن نعلمھم اجیب بانہ تعالیٰ اعلمہٗ بھم بعد ذلك ترجمہ۔ اگر کہا جائے کہ خدا کے اس قول کی موجودگی میں (کہ آپ ان منافقوں کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں) یہ واقعہ کیونکر ہوا، تو میں اس کا جواب

marfat.com
Marfat.com

یہ دُونگا کہ حق تبارک وتعالیٰ نے آپ کو منافقوں کو اطلاع دے دی یعنی نفی مذکورہ کے بعد آپ کو منافقین کے احوال سے مطلع فرما دیا' اور ایسا ہی تفسیر معالم التنزیل اور خازن وغیرہ میں بھی منقول ہے' اس واقعہ کو مولوی محمد لکھوی نے بھی اپنی تفسیر میں اور کتاب "زینت الاسلام" میں تحریر کیا ہے۔

ہم بھی تو اس بات کے قائل ہیں کہ جو علم آپ کو پہلے نہیں ملا تھا وہ بفضلہٖ تعالیٰ بعد میں عطا ہوا جیسا کہ علمك مالم تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيماً کے ضمن میں پیشتر بیان ہو چکا ہے۔ پس ہم منکرین سے صرف یہ پوچھتے ہیں کہ جس چیز کا علم آپ کو دیا گیا' کیا اس کے سلب کئے جانے کے متعلق تمہارے پاس کوئی دلیل ہے۔

ہاں بوقت عتاب یا کسی حکمت کے اظہار کے لئے حجاب ہو سکتا ہے جیسا کہ یعقوب علیہ السلام کو عتاب کے وقت اور حضرت عزیر علیہ السلام کو اظہار حکمت کے لئے ایسا وقوع میں آیا جو اپنے موقعہ پر آئے گا' انشاءاللہ تعالیٰ۔

مواہب اللدنیہ میں طبرانی سے بروایت ابن عمر مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے دنیا کو ظاہر فرمایا' پس میں دنیا اور جو کچھ اس میں تا قیامت ہونے والا ہے کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنی ہتھیلی کی طرف علامہ زرقانی شرح مواہب اللدنیہ قسطلانی جلد ۷ صفحہ ۲۲۴ میں لکھتے ہیں ان الله قد رفع اے اظهر وكشف لى الدنيا بحيث احطت بجميع ما فيها' فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كانما انظر الى كفى هذه' اشارة' الى انه نظر حقيقة رفع به انه' ارید بالنظر العلم' اس سے صاف مترشح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے دنیا ظاہر ہوئی اور حضورؐ نے جمیع ما فیہا کا احاطہ کر لیا اور حضورؐ کی اس بات سے کہ میں دنیا اور جو کچھ اس میں تا قیامت ہونیوالا ہے کو اپنی کف دست کی مانند دیکھ رہا ہوں' یہ مراد ہے کہ آپ نے جو کچھ دیکھا نظر حقیقت سے' دیکھا نہ کہ نظر مجاز سے۔

قل لا املك لنفسى نفعاً ولا ضراً الا ما شآء الله' ولو كنت اعلم الغيب

marfat.com
Marfat.com

لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السّوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یومنون۔
یعنی آپ کہہ دیجئے کہ مَیں اپنی جان کے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتا مگر جو کچھ خدا چاہے اور اگر مَیں جانتا تو بے شک بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے برائی نہ چھوتی مَیں تو فقط ان لوگوں کو ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں جو کہ یقین رکھتے ہیں۔
تفسیر حسینی میں آیت مذکورہ کے تحت میں۔ "کہ دانستے من غیب را بے تعلیم الٰہی اور موضح القرآن میں بھی اس آیت کے تحت میں لکھا ہے۔ "اگر ہوتا مَیں کہ جانتا میں بے تعلیم خدا البتہ زیادہ کرتا" میں مال اور نفع سے اور فتح وغنیمت سے" یعنی اگر مَیں بذات خود غیب جانتا تو مال دنیا جمع کر لیتا' اور مجھے فقر لاحق نہ ہوتا' پس جب مجھے حق تبارک وتعالےٰ سے تعلیم حاصل ہوئی تو مَیں نے مال دنیاوی کو ترک کر دیا اور فقر ودرویشی کو اختیار کیا' یعنی مَیں نے اپنی رضا کو مشیت الٰہی کے بالکل تابع کر دیا۔ بمصداق ؎

رشتہ در گردنم افگندہ دوست می بُرد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

یعنی یہ سب کچھ محض اسی لئے ہے کہ تائید ایزدی نے مجھے یوں ہی سکھایا' اور اگر یہ معنی لئے جائیں کہ مَیں بہت سی بھلائی لے لیتا' اور بُرائی مجھ کو نہ چھوتی' تو ہمیں آپ کے لئے کثرت خیر اور عدم سوٗ ثابت کرنا ہوگا' اور اس کے ثابت ہو جانے سے آپ کے لئے غیب بہ تعلیم الٰہی خود بخود ثابت ہو جائیگا کیونکہ شرط ومشروط لازم وملزوم ہیں' قرآن مجید میں ہے۔ انّا اعطینٰک الکوثر حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں رقم طراز ہیں۔
"کوثر در لغت خیر بسیار را گویند' مشتق از کثرت است الیٰ قولہ ونیز شامل است علم بسیار را وکثرت علم دریں امت نیز خیلے مشاہد ومحسوس است" آیت مذکورہ سے کثرت خیرات ثابت ہوگئی' نیز قرآن مجید میں آپ کا مسلمانوں کو حکمت وکتاب سکھانا اور تزکیہ کرنا بھی مذکور ہے اور من یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا کی رُو سے آپ کے فیض یافتہ جب کثیر کے مصداق ٹھہرے تو آپ معلم حکمت ہونے کی صورت میں بدرجہ اوُلیٰ صاحب خیر کثیر قرار پائیں گے۔ کلام الٰہی میں حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق ہے کذالک لنصرف عنہ السوٗ والفحشاء انہ من عبادنا المخلصین۔ (ترجمہ از مولوی

marfat.com
Marfat.com

اشرف علی تھانوی) ہم نے اسی طرح ان کو علم دیا، تاکہ ہم ان سے صغیرہ وکبیرہ گناہ کو دُور رکھیں، وہ ہمارے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔" اب غور فرمایئے کہ جب یوسف علیہ السلام کے لئے عدم سُو بہ حیثیت مخلص ہونے کے ثابت ہے تو کیا یوں اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے من کل الوجوہ ثابت نہیں ہوگا" ضرور ہوگا" اور بالضرور ہوگا بلکہ جملہ انبیاء کیمتعلق عدم سو کا اعتقاد ضروری ہے' پس جب کثرت خیر اور عدم سو کا ثبوت مل گیا' جو کہ مشروط تھا تو شرط کا وجوہ بھی ضروری ہوا' یعنی غیب بہ تعلیم الٰہی۔

قرآن مجید نے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کردار تو ایک طرف گفتار پہ بھی فتویٰ دے دیا کہ وہ بات چیت بھی اپنی مرضی سے نہیں کرتے بلکہ خدا کی رضا کے ماتحت کرتے ہیں' وما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحیٰ ان آیات کی موجودگی میں آپ کے متعلق کثرت خیر اور عدم سو کا اعتقاد لازمی ہے۔

وما ادری مایفعل بی کی دلیل

قل ماکنت بدعًا من الرّسل وما ادری مایفعل بی ولا بکم۔

آپ کہہ دیجئے کوئی میں انوکھا رسول تو نہیں ہوں اور میں نہیں جانتا میرے ساتھ کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔ یہ آیت سورہ فتح کی آیت انا فتحنالک فتحا مبین لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر' الی قولہ وکان ذالک عند اللہ فوزا عظیما سے منسوخ ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ حکم نسخ احکام میں واقع ہوتا ہے' اخبار میں نہیں' یہ غیر صحیح ہے کیونکہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اور اکثر علماء کے نزدیک ان دونوں میں حدیث صحیح کی رُو سے نسخ جاری ہے جیسا کہ تفسیر لباب التاویل فی معانی التنزیل میں آیت وَاِنْ تبدوا ما فی انفسکم او تخفوہ یحاسبکم بہ اللہ کے نیچے لکھا ہے' جب یہ آیت اُتری تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام پہ شاق گذری' پھر اللہ تعالیٰ نے آیت لَا یکَلِّفُ اللہ نفسًا اِلّا وُسْعَھَا سے اس کو منسوخ کیا اور اکثر تفاسیر میں بھی ایسا ہی ذکر ہوا ہے۔ پس صحیح احادیث اور غیر معتبر تفاسیر کی شہادت سے اخبار میں نسخ ثابت ہو گیا ہے تو آیت مذکورہ کو بطور استدلال پیش کرنے کی کیا ضرورت رہی کیونکہ آیت

marfat.com
Marfat.com

وما ادری ما یفعل بی آیت لیغفرلک اللہ سے منسوخ ہے اور اس سے بہت پہلے کی حالت ہے نیز یہ اس قسم کی خبر ہے جو حکم سے متعلق ہے۔

پس یہ نسخ حکم کے تعلق کی وجہ سے جائز ہے اور نسخ اخبار حضرت ابن عباس حضرت انس، حضرت قتادہ، حضرت عکرمہ، حضرت حسن اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا مذہب ہے، جلالین کے حاشیہ جمل میں بحوالہ تفسیر قرطبی منقول ہے کہ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم کا معاملہ قیامت کا ہے جب آیت اُتری تو مشرکین یہود اور منافق سب خوش ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم ایسے نبی کی کیا اتباع کریں جس کو یہ بھی معلوم نہیں کہ آئندہ اُسے اور ہمیں کیا پیش آئے گا اور بے شک ہم پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ اگر یہ خدا کا فرستادہ سچا نبی ہوتا تو جو کچھ اس سے ہوتا تھا اس کی خبر دے دیتا

پس یہ آیت لیغفرلک اللہ نازل ہوئی جس سے مومن لوگ خوش ہو گئے اور منکر ذلیل و رُسوا ہوئے۔ قرآن مجید میں بہت سی آیات ایسی ہیں جو اخبار غیب پر مشتمل ہیں اور اس امر کی مصدق ہیں کہ آیت وما ادری منسوخ ہو چکی، اور علم غیب آپ کو بہ تعلیم الٰہی حاصل ہو گیا مثلاً سورہ روم کی ابتدائی آیات، یا یہ آیت ونزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیئ یا اٹھارہویں سیپارے کی ابتدائی آیات، وغیرہ ذالک۔

پانچ چیزوں کا علم

ان اللہ عندہ علم السّاعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام، وما تدری نفسٌ ماذا تکسب غدا وما تدری نفسٌ بایّ ارضٍ تموت، ان اللہ علیمٌ خبیر (سورۃ لقمان) بے شک اللہ ہی کے پاس ہے خبر قیامت کی اور وہی اتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ کہ مادہ کے پیٹ میں ہے، اور نہیں جانتا ہے کوئی کہ کیا کرے گا کل، اور نہیں جانتا کوئی کہ کس زمین میں مرے گا کہ بے شک اللہ بڑا جاننے والا ہے۔ خبردار، (تقویۃ الایمان ص ۱۸)

آیت مذکورہ میں پانچ چیزوں کا علم جو ذات باری تعالیٰ سے مخصوص ہے، بے شک مخلوق میں سے کوئی بذات خود اور بالاستقلال اسے نہیں جانتا اور جو بالذات بلا تعلیم الٰہی جاننے کا مدعی ہو وہ کافر ہے مگر بعطائے الٰہی یہ علم انبیاء علیہم السلام کو ان کی تبعیت میں

marfat.com
Marfat.com

اولیائے عظام کو بھی حاصل ہے جو آیات قرآنیہ اور احادیث سے ثابت ہے جس کا انکار کفر ہے، پس اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہی ہے کہ جس قدر اور جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے۔ آیت مذکورہ میں مخلوق کے لئے ذاتی علم غیب کی نفی ہے۔ عطائی کی نہیں جیسا کہ صفحات گذشتہ میں مذکور ہوا ہے نیز آیت کے آخر میں اسم خبیر ہے جس کے معنے خبردار اور خبردہندہ ہیں، جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (وما ادری ما یفعل بی کے ضمن میں) اور علم غیب عطائی کا انکار کسی صورت میں نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ قرآن مجید میں ایسی کئی خبریں موجود ہیں۔ اب اگر کوئی سوال کرے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وہ خبریں کہاں سے ملیں تو اس کا جواب یہی ہے کہ حق تبارک وتعالیٰ سے اور اسی کا نام ہم نے علم غیب عطائی رکھا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ علم غیب کی مذکورۃ الصدر پانچ اقسام میں سے جو ذات باری تعالیٰ سے مخصوص ہیں، مخلوق کو بھی کچھ حصہ ملا یا، کہ بالکل نہیں، یہ ثبوت بحوالہ آیات قرآنی واحادیث صحیحہ ملاحظہ فرمایئے۔

علم الساعۃ قسم اول، علم الساعۃ ہے، قیامت کی آمد کے متعلق قرآن مجید اور احادیث میں اس قدر اشارات موجود ہیں کہ ان کا حصار مشکل ہے جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو قیامت کے متعلق پورا علم خدا تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا تھا لیکن آپ اس کو تمام ظاہر کرنے پر مامور نہ تھے لیکن جو واقعات قیامت کے دن ظہور پذیر ہونے والے ہیں ان میں سے جستہ جستہ اس طرح آپ نے بیان فرمائے جس سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ یہ گویا آنکھوں دیکھے ہوئے واقعات ہیں، ہمیں ان کے تتبع سے کئی اہم امور معلوم ہوتے ہیں یعنی اگر زبان وحی ترجمان نہ ہوتی تو ہمیں کیونکر قطعی طور پہ یقینی طور پہ معلوم ہو سکتا کہ اختتام دنیا کے بعد ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے جس کو قیامت کہتے ہیں اور اس میں ہر ایک کے سامنے اس کے اچھے برے اعمال آجائیں گے اور ان پہ جزا وسزا مرتب ہوگی۔ وقوع قیامت کا علم ہی خود ایک ایسا غیب ہے جس پہ اعلام الٰہی کے بغیر مطلع ہونا ممکن نہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ علم دیا گیا اور حضور علیہ التحیات والتسلیمات نے اپنی زبان وحی ترجمان سے اس کا اجمالی خاکہ اس طرح کھینچا

marfat.com
Marfat.com

جس کو سمجھنے سے ہر مومن کے ذہن میں قیامت کا دھندلا سا نقشہ آجاتا ہے، مثلاً وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا ھُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ سے لے کر وَتَشْھَدُ اَرْجُلُھم بما کانوا یکسبون (سُورَہ یٰسین) اس رکوع میں نفخ صور، احیائے موتی حشر و نشر جنتیوں اور دوزخیوں کے حالات بیان ہوئے ہیں کیا یہ علم الساعۃ نہیں۔

لا اقسم بیوم القیامہ سے ولو القیٰ معاذیرہ تک جو آیات بیان ہوئی ان میں قیامت کی حقیقت کا ذکر ہے اور بعض واقعات کی اجمالی صورت بیان ہوئی ہے بعینہٖ اسی طرح قرآن پاک میں متعدد جگہوں پہ مختلف واقعات مذکور ہوئے ہیں جن کو اگر ترتیب دیا جائے تو قیامت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔

سورہ زلزال، قارعہ اور بعض سورتوں میں کئی آیات اس امر پہ شہادت دے رہی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم الساعۃ بعطائے الٰہی حاصل تھا جس کی مدد سے آپ نے بعض وہ سوال و جواب جو خالق و مخلوق کے درمیان ہونگے بھی ظاہر فرما دیئے، قرآن مجید جلال الٰہی کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتا ہے کہ خدائے تعالیٰ مخلوق سے مخاطب ہو کر پوچھے گا کہ لِمَنِ الملک الیوم اور کسی سے کچھ جواب نہ پا کر خود کہے گا۔ لِلّٰہِ الواحد القہار نیز مجرموں سے کہے گا ھٰذِہٖ جہنم التی کنتم بہ تکذبون، اصلوھا الیوم بما کنتم تکفرون نیز کافر اپنی گت بنتی دیکھ کر کہے گا۔ یلیتنی کنت ترابا، اور خدا کے نیک بندوں کو حکم ہوگا، فادخلی فی عبادی وادخلی الجنتی، وغیرہ وغیرہ۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فداہ امی و ابی، باوجود جاننے کے بعض امور کے کتمان پہ مامور تھے، اور بعض کے اظہار پہ مامور تھے۔ بعض اسرار الٰہیہ خواص کو بتائے گئے اور عوام سے چھپائے گئے اور بعض اسرار سربمہر رکھ دیئے گئے کہ جو ان کے اہل ہوں، وہ معلوم کرلیں، اور نااہل کی چشم سے پوشیدہ رہیں، مثال کے طور پہ قرآن مجید میں حروف مقطعات کو ہی لو، ان کے مطالب سے راسخون فی العلم آگاہ ہیں، اور دوسرے ان رموز سے واقف نہیں، بلغ ما انزل الیک کا حکم احکام شریعت اور دین کے متعلق ہے، ان کی تبلیغ میں آپ نے ذرا بھر کوتاہی نہیں کی لیکن اسرار الٰہیہ صرف انہی لوگوں کو بتائے گئے جو ان کے اہل تھے اور وہ

marfat.com
Marfat.com

بھی ان کے کتمان پہ مامور تھے۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دو قسم کے علوم حاصل ہوئے۔ ایک وہ جن کی تبلیغ کر دی اور دوسرے وہ کہ میں بتاؤں تو تم میرا گلا ہی کاٹ ڈالو۔

شرح مقاصد جلد ثانی صفحہ ۲۵۰ پہ مرقوم ہے' ان الغیب ھھنا لیس علی العموم بل مطلق و معین ھو وقت وقوع القیامت بقرینۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع علیہ بعد الرسول من الملٰئکۃ والبشر' اس سے ظاہر ہے کہ علم قیامت کی اطلاع کی محال نہیں نہایت میں اس کی تعلیم ہی کا انکار ہے بلکہ علم ذاتی کا انکار ہے۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الایمان پہلی حدیث میں ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامِ قیامت کا وقت دریافت کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سراپا رحمت نے ما المسئول عنہا با علم من السائل فرمایا' اور یہی آیت جو جانب مخالف نے نقل کی ہے" تلاوت فرمائی۔ شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات" میں تحریر فرمایا ہے" مراد آن است کہ بے تعلیم الٰہی بحساب آنہا را نداند آنہا از امور غیب اند' کہ جز خدا کسے آں را نداند' مگر آنکہ وے تعالیٰ از نزد خود کسے را بوحی و الہام بداند۔

علامہ ابراہیم باجوری رحمۃ اللہ علیہ شرح قصیدہ میں فرماتے ہیں' لم یخرج صلی اللہ علیہ وسلم من الدنیا الا بعد ان اعلمہ اللہ تعالیٰ بھذہ الامور الخمسۃ اور کتاب الابریز میں ہے' قلت للشیخ رضی اللہ عنہ فان علماء الظاھر من المحدثین وغیرھم اختلفوا فی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھل کان یعلم الخمس المذکورات فی قولہ تعالیٰ ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ ــــ الآیۃ' فقال کیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ علیہ وسلم والواحد من اھل التصرف من امتہ الشریفۃ لا یمکن التصرف الا بمعرفتہ ھٰذہ الخمس' یعنی میں نے اپنے شیخ (عبدالعزیز باغ رحمۃ اللہ علیہ) سے عرض کیا کہ علمائے ظاہر یعنی محدثین وغیرہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پانچ چیزوں کا علم تھا جن کے بارے میں آیت ان اللہ عندہٗ علم الساعۃ وارد ہوئی' تو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا" کہ ان پانچوں کا علم حضورؐ پہ کیسے مخفی رہ سکتا

marfat.com
Marfat.com

ہے، جبکہ ایک صاحب تصرف امتی کے لئے ان پانچ چیزوں کے علم کے بغیر تصرف ممکن نہیں حق یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم سے تشریف لے جانے سے پہلے پہلے ان پانچوں چیزوں کا علم عطا ہوگیا تھا۔

علم نزول باراں مشکوٰۃ شریف میں ترمذی کی ایک طویل حدیث نواس بن سمعان سے منقول ہے جس میں یہ الفاظ مروی ہیں ثم یرسل اللہ مطراً لا یکن منه بیت مدر ولا وبر۔

فتنہ یاجوج و ماجوج کے بعد اللہ تعالیٰ ایک عالمگیر مینہ بھیجے گا جس سے کوئی مکان خالی نہ رہے گا کتاب مذکور کے ص ۴۷۳ پہ باب لاتقوم الساعۃ الا علی شرار الناس عبداللہ بن عمر کی روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں ثم یرسل اللہ مطراً کانه الطل فینبت منه اجساد الناس اس سے معلوم ہے کہ تمام آدمیوں کے مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ مینہ بھیجے گا گویا کہ وہ شبنم ہے پس اس مینہ کے اثر سے آدمیوں کے جسم اُگیں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بدولت یہ علم آپ کے خدام کو بھی حاصل ہے، چنانچہ تفسیر عرائس البیان میں اسی آیت شریفہ کے تحت میں لکھا ہے ولکن کثیراً ما سمعت من الاولیاء یقول یمطر السماء غداً اولیلاً فیمطر کما قال۔ ترجمہ۔ لیکن میں نے بہت سے اولیاء کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ کل دن کو یا رات مینہ برسے گا، پس جیسا انہوں نے کہا ہوتا ہے، مینہ برستا ہے۔

علم ما فی الارحام خدائے تبارک وتعالیٰ کے اعلام سے خدا کے کئی بندوں کو ما فی الارحام بلکہ اس سے بھی پہلے بیٹا یا بیٹی پیدا ہونے کی خبر حاصل ہوگئی، حضرت عیسٰی یحیٰی، اسماعیل، اسحاق علیہم السلام کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے ماں باپ کو پتہ لگ گیا کہ خدا ہمیں بیٹا عنایت کرے گا۔ حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام مہدیؑ کی پیدائش کا ذکر آپ کی پیدائش سے سالہا سال پہلے فرما دیا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت امام حسین ابن علی علیہما السلام کی پیدائش کی خبر دے

marfat.com
Marfat.com

دی تھی جیسا کہ حدیث تلا فاطمۃ انشاء اللہ غلامًا یکون فی حجرک کے ضمن میں صفحات گذشتہ میں ذکر ہوا ہے۔ تفسیر عرائس البیان ص ۲۴۸ میں تحت آیت مذکورہ یعلم ما فی الارحام کے ضمن میں لکھا ہے "وسمعت ایضًا من بعض الاولیاء اللہ انہ اخبر بما فی الرحم من ذکر وانثیٰ ورد ایت بعینی ما اخبر" یعنی میں نے بعض اولیاء اللہ سے یہ بھی سنا کہ انہوں نے ما فی الرحم کی خبر دی کہ اس کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ انہوں نے جیسی خبر دی تھی ویسا ہی وقوع میں آیا" بستان المحدثین میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ارقام فرماتے ہیں "نقل می کنند کہ والد شیخ ابن حجر را فرزند نمی زیست کشیدہ خاطر بہ حضور شیخ رسید، شیخ فرمود از پشت تو فرزندے خواہد برآمد کہ بعلم خود دنیارا پر کند" یعنی شیخ ابن حجر عسقلانی کے والد ماجد کی اولاد زندہ نہیں رہتی تھی ایک دن افسردہ دل میں اپنے شیخ کے حضور پہنچے، شیخ نے فرمایا! تیری پشت سے ایسا فرزند ارجمند پیدا ہوگا جس کے علم سے دنیا بھر جائے گی (چنانچہ علامہ ابن حجر پیدا ہوئے)

سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے خارقان میں حضرت ابوالحسنؒ کی پیدائش کی اطلاع ان کے پیدا ہونے سے کئی سال پہلے ہی اپنے مریدوں کو دے دی، اور ان کی صورت وسیرت، تاریخ ولادت اور نام وغیرہ کے متعلق پوری خبر دی، یہ واقعہ مثنوی شریف مولانا روم میں اس طرح مرقوم ہے۔ ؎

آں شنیدی داستان بایزیدؒ — کو ز حال بوالحسن پیشیں چہ دید
روزے آں سلطان تقویٰ میگذشت — با مریداں جانب صحرا و دشت
گفت زیں سو بوئے یارے مے رسد — کاندریں دہ شہریارے مے رسد
بعد چندیں سال مے زاید شہے! — می زند بر آسمانہا خرگہے
رویش از گلزار حق گلگوں بود! — از من او اندر مقام افزوں بود
چیست نامش؟ گفت نامش بوالحسن — حلیہ اش وا گفت زابرو تا ذقن
قد او و رنگ او و شکل او! — یک بیک وا گفت از گیسو ورد
حلیہ ہائے روح او ایام نمود — از صفات و از طریق و جائے نمود

marfat.com
Marfat.com

یعنی حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز ایک دن جنگل کی طرف اپنے مریدوں کے ہمراہ تشریف لے جا رہے تھے کہ خارقان کے نزدیک پہنچے اور اپنے مریدوں سے فرمانے لگے کہ مجھے اس جگہ سے ایک بلند مرتبہ عاشق الٰہی کی خوشبو آتی ہے جو چند سال کے بعد پیدا ہوں گے اور (بلندی منزلت کا) خیمہ آسمان پر گاڑیں گے، ان کا چہرہ گلزارِ حق سے سُرخ ہوگا، اور فقر میں ان کا درجہ مجھ سے بلند ہوگا۔ مریدوں نے ان کا نام پوچھا، تو آپؒ نے فرمایا کہ بوالحسنؒ۔ پھر ان کا رنگ ڈھنگ، شکل و شباہت اور حلیہ بیان فرمایا، یہ بھی بیان فرما دیا کہ اُن کے اوصاف کیا ہونگے، طریقہ کیا ہوگا اور ٹھکانہ کہاں ہوگا ——— پھر ہُو بہُو اسی طرح واقعہ ہُوا، جس طرح آپ نے ارشاد فرمایا۔

قطبِ عالم حضرت مولٰینا غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ قصوری نے اپنی کتاب تحفہ رسولیہ میں اپنے صاحبزادہ عبدالرسولؒ کی پیدائش کی خبر پیدا ہونے سے دو سال پہلے ہی دے دی پھر ان کا نام رکھا اور وصیت تحریر فرمائی۔ ملاحظہ ہوں یہ دو شعر۔ (اصل کتاب تحفہ رسولیہ مکتبہ نبویہ لاہور میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔)

ایکہ ہنوزی تو بکتم عدم زود بہ گلزار جہاں نہ قدم
بہ کہ نہم نام تو عبدُالرسول باد بدرگاہِ رسالت قبول!

قبلۂ عالم قصوری دائم الحضوری نے صاحبزادہ صاحب سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی فرما دیا کہ شکر کر کہ خدائے تعالیٰ نے تجھے مسجد دی ہے، بازار یا دائرہ نہیں دیا، عالم بنایا ہے جاہل نہیں بنایا، تندرست پیدا کیا ہے، اپاہج نہیں کیا۔ اس کے بعد مفصل وصیت فرمائی کہ یوں کرنا اور یوں نہ کرنا۔

کل کی خبر (آئندہ کی خبر) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ یعنی جو کچھ تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں بچا کر رکھتے ہو میں اس کی خبر دیتا ہوں۔" وہ لوگ کل کے لئے کھانا بچا رکھتے تھے، اس کے لئے آپؑ نے فرمایا ——— وَاُنَبِّئُكُمْ ——— الخ۔

نیز حضرت یُوسف علیہ السلام نے قیدیوں کو فرمایا تھا کہ جو کھانا تمہیں دیا جائے گا، اس

marfat.com
Marfat.com

کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی خبر دے دوں گا۔ کما فی قولہ تعالیٰ قَالَ لَا یَأْتِیْکُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِہٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُکُمَا بِتَاْوِیْلِہٖ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَکُمَا ذٰلِکُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ۔

نیز حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی پر سوار ہوتے ہی موسیٰ علیہ السلام سے کہدیا تھا کہ میرے ساتھ صبر نہ کر سکیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خضر علیہ السلام کو کہنا پڑا ' اَلَمْ اَقُلْ لَّکَ اِنَّکَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ صَبْرًا'

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو فرما دیا تھا کہ تین دن کے بعد تم پر عذاب نازل ہوگا جو اپنے موقع پر آپ کے فرمان کے مطابق آیا' اسی طرح لوط علیہ السلام کو ملائکہ کی وساطت سے معلوم ہو گیا تھا کہ صبح اس قوم پر عذاب نازل ہوگا' دیکھو آیت قرآنی قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ سے لے کر وَاَمْطَرْنَا عَلَیْھِمْ حِجَارَۃً مِّنْ سِجِّیْلٍ (سورہ ہود)۔

حضرت نوح علیہ السلام نے کئی پشتوں تک پہلے ہی مَافِی الْاَرْحَامِ کی خبر فرما دی' قال لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۔ اِنَّکَ اِنْ تَذَرْھُمْ وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا کَفَّارًا یعنی آپ نے کفار کی پشتوں اور رحموں میں نظر فرما کر کہدیا کہ ان لوگوں کی اولاد بھی کافر اور فاجر ہوگی۔

ان آیات سے ثابت ہو گیا کہ واقعات آئندہ کی خبر کا بہ تعلیم الٰہی حاصل ہونا درست ہے لیکن اگر منکرین لفظ غدًا پر اصرار کریں تو ان کی تسلی کے لیے ہم ان کی توجہ حدیث لَاُعْطِیَنَّ ھٰذِہِ الرَّایَۃَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ کی طرف مبذول کراتے ہیں جس کا مفصل بیان گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ نیز واقعہ لوط علیہ السلام میں آیت کے لفظ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ پر غور کا مشورہ دیتے ہیں۔

یہاں ہم منکرین کے ایک شبہ کا جواب دینا ضروری سمجھتے ہیں' وہ یہ کہ ایک دفعہ کچھ لڑکیاں آپ کے سامنے اپنے آباء مقتولین یوم بغاث کا مرثیہ گا رہی تھیں اور اس میں انہوں نے یہ مصرعہ بھی گایا۔

وَفِیْنَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ یعنی ہم میں ایک نبی ہے جو کل کی آئندہ بات جانتا ہے

marfat.com
Marfat.com

یہ مصرع سُن کر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس قول کو چھوڑ دو، اور جو کچھ کہہ رہی ہو کہے جاؤ۔ منکرین یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اس میں حضورؐ کے علمِ غیب کی نفی ہے اس کا جواب ہم مرقاۃ المفاتیح سے نقل کرتے ہیں وانما منع القائلة بقولها وفینا نبیٌّ الخ لکراھة نسبة علم الغیب الیه لانهٗ لایعلم الغیب الا الله وانما یعلم الرسول من الغیب ما اعلمهٗ اولکراھة ان یذکر فی اثناء ضرب الدف واثناء مرثیة المقتلی لعلو منصبه عن ذالک یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لڑکیوں کو اس واسطے منع کیا، کہ انہوں نے غیب کی نسبت مطلقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کر دی تھی درآنحالیکہ آپ یہ چیز بذاتہٖ نہیں بلکہ بہ تعلیم الٰہی جانتے ہیں یا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دف کے ساتھ اپنے ذکر کو نامناسب سمجھا، یا مقتولین کے مرثیے میں اپنے ذکر کو پسند نہ فرمایا کیونکہ یہ امر ان کے علوّ مرتبت کے خلاف تھا اور حقیقت بھی یہی ہے۔ ان حالات میں جن میں آپ کی ثنا کی گئی تھی۔ یہ بات روا نہ تھی کیونکہ اس میں سوءِ ادب کا پہلو غالب ہے۔ اس لئے آپ نے منع فرما دیا لیکن آپ نے شاعر اور شعر کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ اشعۃ اللمعات میں اس کے متعلق یوں مرقوم ہے "گفتہ اند کہ منع آنحضرت ازیں قول بجہت آں است کہ دروے اسناد علم غیب است بہ آنحضرت پس آنحضرت را ناخوش آمد و بعضے گویند کہ بجہت آنست کہ ذکر شریف وے در اثنائے لہو مناسب نہ باشد"۔ یعنی شارحین نے کہا کہ آپ کا منع فرمانا اس لئے ہے کہ علمِ غیب کی نسبت آپ کی ذات کی طرف تھی جو آپ کو پسند نہ آئی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کا ذکر لہو و لعب میں مناسب نہیں کیونکہ لڑکیاں ایک نکاح کے سلسلے میں دف کے ساتھ گا بجا رہی تھیں، اور اثنا میں مصرع زیرِ بحث بھی گایا گیا۔ ہم اپنی اس تحقیق کے ثبوت میں حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے دو بیت پیش کرتے ہیں جو انہوں نے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھے اور آپ نے سُن کر منع نہ فرمایا۔

نبیٌّ یری مالا یری الناس حوله   ویتلو کتاب الله فی کل مشهدٍ

فان قال فی یوم مقالة غائبٍ   فتصدیقها فی ضحوة الیوم او غدًا

اس طرح شارحین نے ایک حدیث اور نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ کو دیوار کے

marfat.com
Marfat.com

پیچھے کا بھی علم نہیں، اس کے آگے جو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے "این سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است" اس عبارت کو صاف ہضم کر گئے، کہ آپ کا علم غیب ثابت ہی نہ ہو، ایسا ہی ان کے اور ہم خیالوں نے بھی کیا ہے، یہ خیانت اور تحریف ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دیدہ دانستہ تنقیص ہے۔

مَوت کے وقت اور مقام کا علم

کب مریگا اور کہاں مریگا، جنگ بدر میں آپ نے اپنے صحابہ کو کفار مکہ کے مقتل بتا دیئے اور یہ پیشین گوئی اس وقت فرمائی جبکہ آپ کے لشکر کے پاس بے سروسامانی کے علاوہ کوئی ظاہری سامان جنگ نہ تھا، لیکن فریق مقابل بڑے سازوسامان سے مقابلے پر تھا، ایسی حالت میں یہ پیشین گوئی عجیب ہی قسم کی تھی مگر ایسا ہی ہوا، جیساکہ آپ نے فرمایا تھا، اور جس کے متعلق جہاں قتل ہونا آپ نے فرمایا تھا وہیں اس کی لاش پائی گئی۔

حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ نے فرمایا، کہ شاید آئندہ سال تم مجھے نہ پا سکو گے" مشکوٰۃ شریف میں ہے، عن معاذ ابن جبل قال لما بعثه رسول الله صلی الله علیه وسلم الی الیمن خرج معه رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یوصیه و معاذ راکب و رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یمشی تحت راحلته فلما فرغ قال یا معاذ انک عسی ان لاتلقانی بعد عامی هذا و لعلک ان تمر بمسجدی هذا و قبری فبکی معاذ جشعا لفراق الرسول الله صلی الله علیه وسلم یعنی حضرت معاذ کو یمن کی طرف بھیجتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو وصیت فرماتے ہوئے تشریف لائے اور فرمایا کہ اے معاذ شاید کہ اس سال کے بعد ہماری تمہاری ملاقات نہ ہو اور شاید تمہارا گزر میری اس مسجد اور قبر پہ ہو، حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ کلمہ جاں گداز سن کر فراقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیال سے رو پڑے، ملخصاً

مرض الموت سے کچھ دن پہلے آپ نے فرمایا، کہ خدا نے اپنے بندہ کو دنیا و آخرت کی زندگی کا اختیار دیا تو اُس نے آخرت کی زندگی پسند کی۔

ان احادیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اپنی وفات اور مقامِ دفن کی خبر

marfat.com
Marfat.com

پہلے ہی دے دی تھی۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامعہ صغیر میں ایک حدیث نقل فرماتے ہیں، وہو ہذا۔

"یقتل ابن مریم الدجال بباب لد۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو باب لد پر قتل کریں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرض الموت میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے کان میں فرمایا کہ میں اسی بیماری میں دنیا سے رحلت کرونگا اور میری اہل بیت میں سب سے پہلے تمہی مجھ سے آکر ملو گی، اور یہ امر واقعہ ہے کہ آپ نے اسی مرض میں وفات پائی، اور آپ کی وفات کے تقریباً چھ ماہ بعد حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی انتقال ہوگیا، آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو فرمایا کہ تم سب میں سے پہلے وہ آکر مجھ سے ملاقات کرے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے چنانچہ سب سے پہلے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی تو سب کو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے مراد کشادہ دستی اور فیاضی تھی، اور اس صفت سے حضرت زینب نسبتاً سب سے زیادہ متصف تھیں، اب ان متعدد امثلہ مذکورہ سے ثابت ہوگیا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان خاص پانچ باتوں کا علم بھی بعطائے الٰہی حاصل تھا جو خاص اس سے مخصوص ہیں اب ان حقائق کی موجودگی میں کیونکر انکار کیا جاسکتا ہے کہ خاص ان پانچ قسم کے غیوب کا علم خدائے تعالیٰ نے کسی کو نہیں دیا ایسا تسلیم کرنے سے آیت ان اللہ عندہ علم الساعۃ اور ان متعدد احادیث میں تضاد نظر آتا ہے، اور حقیقت یہ ہے تضاد ہے نہیں، پھر ان میں مطابقت کا یہی طریقہ ہے کہ آپ سے ذاتی علم کی نفی کی جائے اور عطائی علم غیب آپ کے لئے تسلیم کیا جائے کیونکر ایسا نہ کرنے سے کفر لازم آئے گا اور تسلیم کرنا کچھ غلط بھی نہیں نیز سب کو معلوم ہے کہ حضور کے زمانہ بعثت کی ابتدائی حالت سے انتہائی حالت ہر لحاظ سے بہتر تھی اور قرآن مجید میں ہے وَالْآخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْأُولیٰ یعنی آپ کی آخری حالت پہلی حالت سے (یقیناً) بہتر

marfat.com
Marfat.com

۔۲۔ نیز آخر میں اس پہ اَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ کا فتویٰ بھی لگ گیا، ہمارے خیال میں نعمت سے ہر وہ چیز مراد ہے جس پہ نعمت کا اطلاق ہو سکتا ہے، اور یقیناً علم بھی ایک ایسی ہی چیز ہے جس کو نعمت کہا جائے، اسی لئے آپ نے خدا سے رَبِّ زِدۡنِیۡ عِلۡمًا کہہ کر زیادتی علم کی دُعا مانگی، تو کیا آپ خیال کر سکتے ہیں کہ آپ کی یہ دُعا قبول نہیں اور خدا نے اس نعمت کو اب تمام نہیں کیا؟ ہم تو ہرگز ایسا خیال نہیں کر سکتے، ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ یقیناً آپؐ کی دُعا مستجاب ہوئی، اور خدا نے اس نعمت کو بھی آپ پہ تمام کیا، اور یہ ایسی حالت میں ممکن ہے، جبکہ آپ کے لئے علم ما کان وما ھو کائن تسلیم کر لیا جائے، کیونکہ آپ کیلئے ایسی نعمت کا ثبوت محالات میں سے نہیں۔ جب ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم تمام مخلوقات سے زیادہ ہے تو اس سے صرف نوعِ بشر مراد نہیں لیتے بلکہ مخلوقات سے ہماری مراد خاکی، آبی، نوری، ناری اور وہ تمام مخلوقات ہے جو عالمِ وجود میں موجود ہے، اگرچہ وہ ہمارے علم میں موجود نہ ہوں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ جماد مثلاً سنگریزے، نباتات مثلاً ستونِ حنانہ ملائکہ اور اجنہ کی باتیں سمجھتے تھے، اور یہ تو مسلّم ہے کہ مخلوقات کا مجموعی علم ہمارے احاطۂ فہم سے باہر ہے، لیکن اس مقتدر اور اعلم ہستی کے احاطۂ فہم سے باہر نہیں، جس کے حق میں آیات اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ فَاَوۡحٰۤی اِلٰی عَبۡدِہٖ مَاۤ اَوۡحٰی اور انا اعطیناک الکوثر اُتریں، نیز جس کے خصائص میں جوامع الکلم کا عطا کیا جانا ہے اور یہ بات ہے جو آپ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ ایک دفعہ آپ نے اپنا بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا اور

یَا اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰہِ لو تعلمون ما علمت لضحکتم قلیلاً ولبکیتم کثیرًا، پھر علوم الٰہیہ میں سے یہ سب کچھ آپ کو عطا ہوا، کیا تھا؟ خدا کے علم کا بعض اور قلیل حصہ۔ چونکہ ہم خدائی علوم کا اندازہ بالکل نہیں کر سکتے ہیں، اس لئے اس کے علم کا بعض کا اندازہ بھی محال ہے، محیطِ بیکراں کا بعض اور ہے اور پانی کے ایک گھڑے کا بعض اور ہے، جو چیز ہمارے قیاس و وہم سے برتر ہے اُسے اپنے قیاس سے ناپنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے، حاشا و کلا۔ ہمارے عجز و فہم کا اعتراف تو یہ ہے۔ ؎

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

marfat.com
Marfat.com

علم شعر

وما علمناہ الشعر وما ینبغی لہٗ ان ھو الا ذکر وقرآن مبین اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر نصیحت اور روشن قرآن۔

یہاں علم شعر سے مراد یہ نہیں ہے کہ آپ اچھے اور بُرے شعر میں امتیاز نہ کر سکتے تھے بلکہ یہاں مراد یہ ہے کہ آپ شعر نہ کہتے تھے، نہ آپ شاعر تھے کیونکہ شعر گوئی ایسی چیز ہے جس میں دروغ کا عنصر لازمی طور پر ہوتا ہے اور آدمی مبالغہ اور غلو سے بچ نہیں سکتا مولینا نظامی گنجوی فرماتے ہیں

در شعر مپیچ و در فن اُو　　چوں اکذب اوست احسن اُو

اور یہ امر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے شایانِ شان نہیں، قرآن پاک روشن حقائق کا مرقع ہے۔ شعر گوئی کو ان سے کیا نسبت۔

آپ کے کلام مبارک میں عروض کی پابندی نہ تھی لیکن شعریت اس پر نثار تھی۔ آپ افصح العرب تھے۔ فصاحت و بلاغت اور حسنِ تاثیر سے آپؐ کا کلام آراستہ ہوتا تھا الشعراء ھم الغاوٗن کے ماتحت آپؐ کو شعر گوئی کا ملکہ بدو فطرت سے عطا نہیں ہوا تھا مگر شعر فہمی کی آپ میں مکمل استعداد تھی، عرب کو جس اخلاق سوز شاعری پر ناز تھا وہ فطرتِ انسانی کے لئے زہرِ قاتل تھی۔ اس سے اجتناب ضروری تھا، جس طرح برائی کا علم اس سے احتراز کرنے کے لئے ہونا ضروری ہے اسی طرح شاعری (جو اس زمانے میں فحاشی کے مترادف تھی) سے احتراز فرمانے کے لئے آپ کو علم عطا کیا گیا۔

شاعری نثر کے مقابلہ میں غیر فطری کلام ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے یہ چیز کسی پیغمبر کو عطا نہیں کی، نہ کوئی صحیفہ ایسا اتارا ہے جس کے مضامین اشعار میں ہوں، پس غیر شاعر خدا کے پیغمبر شاعر کیونکر ہو سکتے تھے۔

علاوہ ازیں علم الشعر کا تعلق امورِ غیبیہ سے نہیں، اس کی تعلیم زید و بکر سے بھی حاصل کی جا سکتی ہے۔ اس آیت اور اس مسئلہ کو نفی علم غیب کے ثبوت میں پیش کرنا وہابیہ کی جہالت اور ضلالت پر دال ہے۔

marfat.com
Marfat.com

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَا اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا اِنَّكَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ یعنی جس دن اللہ تعالیٰ مرسلین علیہم السلام کو جمع کریگا اور انہیں کہے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں علم نہیں تحقیق تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے مفسّرین نے اس بارے میں لکھا ہے کہ پیغمبروں کا لاعلم لنا کہنا بمقابلہ ذات الٰہی کے ہے۔ وہ اپنی ذات کے علم کی نفی کر رہے ہیں کیونکہ ان کا علم علم الٰہی کے ساتھ ساقط ہے تفسیر کبیر میں ہے کہ یہ قول ادب کی بنا پر ہے کیونکہ جب انبیاء نے معلوم کر لیا کہ اللہ تعالیٰ علیم ہے اور حلیم ہے، بے علم اور سفیہ نہیں، وہ عادل ہے، ظالم نہیں۔ تو انہیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ان کی بات حصول خیر یا رفع شر کے لئے چنداں مفید نہ ہوگی، پس وہ سمجھ گئے کہ ادب خاموشی، اعتراف عدم علم، اور معاملہ کو خدا اور اس کے عدل کے سپرد کر دینے میں ہے، اس لئے انہوں نے لاعلم لنا کہہ دیا۔

روح البیان میں ہے کہ یہ جواب قیامت کے دن بعض مواقع پہ ہوگا، بعد ازاں وہ تبلیغ رسالت میں اپنی امتوں پہ گواہی دیں گے۔ ملاحظہ ہو روح البیان کی اصل عبارت۔

ان ھذا الجواب یکون فی بعض المواطن القیامۃ و ترجع عقولھم الیھم فیشھدون علیٰ قومھم انھم بلغوا الرسالۃ وان قومھم کیف ردوا علیھم۔

رُوح سے بے خبری وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (لوگ آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ کہدیں کہ روح امر رب میں سے ہے اور آپ کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔

معلوم نہیں کہ منکرین یہ آیت نفی علم غیب کے ثبوت میں کیوں پیش کرتے ہیں اور اس میں انہیں نفی علم کی کونسی دلیل نظر آتی ہے۔ اس میں تو صرف روح کے متعلق سوال کرنیوالوں کے متعلق کہا گیا ہے کہ تمہیں بہت تھوڑا علم عطا کیا گیا ہے، نیز ان کے حالات کی مناسبت کے پیش نظر ارشاد ہوا کہ انہیں کہدو کہ روح امر ربی میں سے ہے۔ بھلا اس میں یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ حضور سرور عالم علیہ التحیات والتسلیمات کو بھی روح کا علم عطا نہیں کیا گیا تھا۔

marfat.com
Marfat.com

بلکہ اس سے تو یہ مستنبط ہوتا ہے کہ آپ کو رُوح کا علم دیا گیا تھا جس کا اظہار آپ من امرِ ربی فرما کر رہے ہیں یعنی یہ الفاظ رُوح کے متعلق جملہ علوم کا خلاصہ ہیں، رُوح کے متعلق سوال کرنے والے لوگ اس کی تشریح کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے انہیں مختصر جواب دینا ہی حکمت پر مبنی تھا نیز سائلین کی معلومات کے مطابق روح کی خبر نہ دینا ہی علامتِ نبوّت تھی۔

شیخ اکبر حضرت محی الدین ابنِ عربی نے لکھا ہے کہ عالم کئی ہیں۔ یعنی عالم عناصر، عالم ارواح، عالم امر، عالم امکان وغیرہ، پس رُوح عالم امر کی ایک چیز ہے جس کی حقیقت کا جاننا عالم عناصر والوں کے لیے محال ہے تو یہ بات بتا دینا کہ روح عالم امر میں سے ہے، کیا روح کے متعلق علم پر دال ہے یا عدمِ علم پر۔

فرض کرو کہ کوئی آدمی کسی اجنبی کے متعلق ہم سے (جسے ہم بخوبی جانتے ہیں) پوچھتا ہے، یہ صاحب کون ہیں؟ تو ہم جواب دیتے ہیں کہ یہ صاحب فلاں جگہ کے رہنے والے ہیں اور ہمارے دوستوں میں سے ہیں، اس سے ہی ہمارا مخاطب مطمئن ہو جاتا ہے۔ اب ہمیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ خواہ مخواہ اس اجنبی کی مکمل ہسٹری بیان کریں اور گروہ مرسلین کا تو سوال ہی یہ ہے کہ مخاطب لوگوں کی عقول کے مطابق گفتگو کریں جس سے انہیں اطمینان حاصل ہو، نہ کہ ایسی گفتگو کریں جس کو سمجھنے میں ان کے افہام ہی قاصر ہوں۔ حضرت شیخ عبدالحق صاحب دہلوی "مدارج النبوت" میں رقم طراز ہیں۔

"چہ گونہ جرأت کند مومن عارف کہ نفی علم بحقیقت روح از سید المرسلین و امام العارفین کند و داده است او را حق سبحانہ علم ذات و صفات خود و فتح کرده برائے او فتح مُبین از علوم اوّلین و آخرین روح انسانی چہ باشد کہ در جنب جامعیت وے قطره ایست از دریا، و ذره ایست از صحرا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں تحریر فرمایا ہے وَلَا تَظُنَّنَّ اِنَّ ذَالِكَ لَمْ يَكُن مَكْشُوفًا لِرَسُولِ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِنَّ مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ نَفْسَهٗ فَكَيْفَ يَعْرِفُ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ وَلَا يَبْعُدُ اَنْ يَكُوْنَ ذَالِكَ مَكْشُوفًا لِبَعْضِ الْاَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ -

marfat.com
Marfat.com

علم الساعت يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ، لوگ تم سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں. آپ کہدیں کہ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

تفسیر صاوی میں ہے کہ اس سوال کا وقت تک آپ کو جملہ مغیبات اور علوم الساعت کے متعلق پوری طرح مطلع نہیں فرمایا تھا لیکن جب آپ اس دنیا سے تشریف فرما ہوئے تو آپ ان سے مطلع ہو چکے تھے۔ اس آیت سے یہ تو بالکل ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت کا آپ کو علم نہ تھا، صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ علم ساعت کو خدا کی طرف منسوب کرنے کی ہدایت ہوئی ہے یعنی اللہ کو یہ منظور ہے کہ آپ اپنے مخاطبین کے سامنے علوم ساعت کا اظہار فرائض نبوت میں سے نہیں۔

ومنهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقصص عليك، یعنی ہم آپ پر بعض پیغمبروں کے قصے بیان کئے اور ان میں سے بعض کے نہیں کئے، قرآن مجید میں ہے کلاً نقصص عليك من ابناء الرسل ما نثبت به فؤادك یعنی ہم تمہیں سب کچھ رسولوں کی خبریں سناتے ہیں، جس سے آپ کا دل ٹھیرائیں، حضرت ملا علی قاری مرقات میں فرماتے ہیں کہ منهم من قصصنا عليك ومن لم نقصص عليك میں نفی علم تفصیلی کی ہے، اور اثبات علم اجمالی کا ہے یا نفی وحی ظاہر کی ہے اور ثبوت وحی خفی کا ہے اسی وجہ سے ہے کہ آپ سے پیغمبروں کی تعداد اور ان میں سے مرسلین کی تعداد بیان فرمادی، جملہ انبیاء آپ سے ہی تھے، اور بیت المقدس میں شب معراج آپؐ کے مقتدی بنے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ آپ کو یہ علم حاصل نہ ہوا ہو۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اپنی کتاب "تحذیر الناس" میں لکھتے ہیں کہ عالم حقیقی رسول اللہ ہیں اور انبیاء باقی اور اولیاء اللہ بالعرض ہیں کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپؐ کی ذات جوہر ہے جو دوسرے انبیاء اور اولیاء کے علوم کا سرچشمہ ہے، پھر کیونکر ممکن ہے کہ آپ کو دوسرے انبیا کا علم نہ دیا گیا ہو، اگر تمام انبیاء کا حال قرآن مجید میں صراحتہً بیان نہیں کیا گیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وحی خفی سے بھی آپ پر روشن نہ ہوا ہو۔

marfat.com
Marfat.com

منکرین علم غیب کے شبہات

اب ہم ذیل میں منکرین کے چند شبہات پیش کرتے ہیں جن کی بنا پر وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علمِ غیب کی نفی پہ استدلال کرتے ہیں اور اہلِ فکر کے لیے اپنی جہالت کا ثبوت لاتے ہیں۔

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بعض علمِ غیب حاصل ہے' ایسا بعض تو ہمیں بھی حاصل ہے۔

جواب: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے اپنے علم کا موازنہ کرنا فقدانِ دین و دانش کا ثبوت ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بعض بمقابلہ علمِ الٰہی ہے جو ہمارے لیے لاتناہی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم اگرچہ متناہی ہے مگر ہمارے علوم کے پیشِ نظر غیر محدود ہے کیونکہ وہ جملہ مخلوقات کے مجموعی علم سے زائد ہے ہم اپنے حواس ظاہری اور باطنی سے اس کا مطلقاً احاطہ نہیں کر سکتے' جو آدمی حضور کے حق میں ایسے گستاخانہ کلمات اور شبہات پیش کرتے ہیں' وہ درحقیقت اپنی بے حیائی کا دم بھرتے ہیں۔

(۲) جن چیزوں کا آپ کو علم ہوگیا وہ غیب نہ رہیں' لہٰذا آپ کے لیے علمِ غیب بہ عطائے الٰہی ماننا بھی جائز نہیں۔

جواب: ایسا عقیدہ رکھنے سے تو حق تبارک وتعالیٰ بھی غیب دان نہ رہے گا کیونکہ اس کے احاطۂ علم سے کوئی شے باہر نہیں، کما قولہ تعالیٰ، لا یخفیٰ علیہ شیئٌ فی الارض ولا فی السماء وقولہ تعالیٰ وھو بکل شیئٍ علیم ایسی صورت میں خدا تعالیٰ کو عالمِ غیب کیونکر کہا جاسکتا ہے حالانکہ وہ خود ارشاد فرماتا ہے' عالم الغیب والشہادۃ صاف ظاہر ہے کہ غیب سے مراد وہ امور مراد ہیں جو مخلوقات پہ مخفی ہیں ورنہ خدا کے لیے تو کوئی بات مخفی نہیں اور حضورؐ کے علمِ غیب سے وہ امور عبارت ہیں جو آپ پہ ظاہر اور دیگر مخلوقات پہ مخفی ہیں اور آپ کو بہ تعلیمِ الٰہی حاصل ہوئے ہیں جیسے احوالِ قیامت اور جنت و دوزخ وغیرہ جن پہ ہمارا ایمان بالغیب ہے۔

marfat.com
Marfat.com

(۳) منافقوں نے حضرت ام المومنین عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی اگر آپؐ کو علم غیب حاصل ہوتا تو آپ بتا دیتے کہ میری بیوی اس الزام سے بری ہے۔

جواب: اس معاملہ میں کچھ مدت تک آپ کی خموشی نفی علم غیب پر دال نہیں بلکہ صد ہا اسرار حکم پر مبنی تھی جس کے نتیجے میں ان کی برئیت میں اٹھارہ آیات نازل ہوئیں جنہیں نمازی نمازوں میں پڑھتے اور صدیقہ کی شان عفت میں گیت گاتے ہیں، دوسرے الفاظ میں منافقین اور منکرین کی چھاتی پر ہر روز مونگ دلتے ہیں۔ اگر نزول وحی سے پہلے آپ ان کی صفائی میں کچھ کہتے تو منافقین کو قیامت تک آتش حسد و بغض میں جلانے کا سامان پیدا نہ ہوتا۔ اور آپ کی پریشانی کسی بدظنی کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ منافقوں کی افترا پردازی کی وجہ سے تھی، ورنہ آپ پر روشن تھا کہ آخر کار صدیقہ کی صفائی اور دشمنوں کی رسوائی ہوگی۔ اس لئے آپؐ نے سکوت فرمایا۔

(۴) امام المنکرین خلیل احمد انبیٹھوی نے براہین قاطعہ میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے حوالے سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا۔

جواب: حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلویؒ نے اس حدیث کی نقل کے بعد فقرہ لا اصل لہٗ جس کو جناب ناقل بالکل ہضم کر گئے۔ ایسی خیانت اور بد دیانتی ہے خدا کی پناہ اسی طرح اس گروہ کے حوالہ کی نقل میں بد دیانتی سے کام لیتے ہیں تاکہ عوام کو گمراہ کرنے میں آسانی ہو مثلاً مولوی حسین علی وان بھچرانی نے رسالہ غیب دانی میں آیت سورہ جن کی نقل میں یوں خیانت کی، کہ لا یظھر علیٰ غیبہ سے نفی غیب کو ثابت کر لیا اور اس کے دوسرے جزو کو الامن ارتضیٰ من رسول کو صاف ہضم کر گئے اسی طرح دیگر منکرین نے بھی نقل عبارت اور ترجمہ میں اپنے وہابی دھرم کے ثبوت میں سخت بد دیانتی سے کام لیا ہے، جو ان کی باطل پرستی کا بیّن ثبوت ہے۔

(۵) حدیث میں ہے واللہ ما ادری وانا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم یعنی میں نہیں جانتا حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں، کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

جواب: یہ حدیث آیت سورہ احقاف کی مانند ہے جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں گزر چکا، یہاں ہم صرف اس پہ اکتفا کرتے ہیں کہ اس میں علم غیب بالدرایت کی نفی ہے اور درایت عقل اور قیاس سے کسی چیز کے جاننے کو کہتے ہیں جیسا کہ رد المختار کے ص ۹۷ میں ہے (والراجح الدرایۃ) بالرفع عطفاً عن الاشبہ ای الراجح من جھت الدرایتہ ای ادراك العقل بالقیاس علی غیرہٖ اس طرح قیاس سے علوم غیبی کا انکشاف عقول انسانی کے اختیار میں نہیں، اور اس نفی کے ہم بھی قائل ہیں یہاں علم غیب بعطائے الٰہی کی نفی نہیں جس پہ ہمارا ایمان ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کی آخری حالت پہلی حالت سے بہتر ہے جیسا کہ نص صریح والاٰخرۃ خیرلك من الاُولیٰ سے ثابت مشکوٰۃ شریف میں ہے، کہ ہم اولاد آدم کے سردار ہیں اس روز لواء الحمد ہمارے ہاتھ میں ہوگا، آدم و آدمیاں ہمارے جھنڈے کے نیچے ہوں گے، وغیرہ یہ بھی تو آپ اپنی ہی حالت بیان فرما رہے ہیں، پس حدیث مندرجہ عنوان کا تطابق اس حدیث سے کیونکر ہوگا۔

(۶) ایک سفر میں حضرت اُمّ المومنین صدیقۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہار گم ہوگیا، جس کی جگہ جگہ تلاش کی گئی اگر حضور کو علم غیب ہوتا تو آپ کو تلاش کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

صاحب الکلمۃ العُلیا ص ۱۱۱ میں شبہ مذکورہ کے جواب میں فرماتے ہیں۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے، فبعث رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم رجلاً فوجدھا امام بغوی اس کی شرح میں فرماتے ہیں یحتمل ان یکون فاعلُ وجدھا النبی صلے اللّٰہ علیہ وسلّم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہار کو پانے والے بھی آپ ہی تھے، پھر جب آپ نے وہ ہار پایا اور نہ بتایا تو اس سے عدم علم کیونکر ثابت ہوگیا۔

(۷) جمیع اشیاء غیر متناہی ہیں پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو غیر متناہی کا علم کیونکر ہوسکتا ہے؟

جواب: حضرت امام فخر الدین صاحب رازی رحمۃ اللہ علیہ آیۃ واحاطہ بما لدیھم و

marfat.com
Marfat.com

احصٰی کل شیءٍ عددا کے تحت میں رقمطراز ہیں، قلنا لا شك ان احصاء العدد انّما یکون فی المتناهی فاما لفظة کل شیءٍ فانها لاتدلّ علٰے کونه غیر متناهی لان الشیٔ عندنا هو الموجودات والموجودات متناهیة فی العدد۔ اس عبارت سے موجودات کا متناہی ہونا ثابت ہوا، پھر کوئی وجہ نہیں کہ متناہی کا علم حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے وسیع خزانہ علوم میں نہ سما سکے۔

(۸) معراج کے بعد جب جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے کفار نے بیت المقدس کا حال دریافت کیا تو آپ متردّد ہوئے جب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس حضور کے سامنے کیا، جب حضورؐ نے کافروں کو اس کا حال بتایا۔

جواب: آپ کسی سوال کے جواب میں تل اور تامّل سے کام لیتے ہیں تو یہ امر آپ کے وقار و حلم پر دال ہے، عدم علم پر دال نہیں، یہ بات آپ کی عادت مبارک میں تھی کہ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کفار کے سوال کے وقت جواب میں وحی الٰہی کا انتظار فرماتے اور جس طرح کا اشارہ پاتے اس کے مطابق گفتگو فرماتے اور خدا تعالیٰ کا آپ کے سامنے بیت المقدس کو پیش کر دینا آپ کی عظمت اور عزت کا ثبوت ہے تاکہ آپؐ وہ باتیں بھی بیان فرما سکیں جن کا آپ کو علم تو ہے مگر اس وقت توجہ میں نہیں، ورنہ بوقت معراج آپ کا بیت المقدس میں جانا اور انبیاء علیہم السّلام کا مقتدا بننا تو مخالف بھی مانتے ہیں۔

معراج شریف کے وقت آپ کا جبرائیل علیہ السّلام سے سوال کرنا کہ یہ کیا ہے، اور وہ کیا ہے، اس امر پر دال ہے کہ بذاتِ خود نہ جانتے تھے؟

جواب: یہ سوال سائل کی جہالت کا آئینہ دار ہے کیونکہ وہ بار بار بیان کرنے کے باوجود بھی ہمارے عقیدہ کو نہیں سمجھ سکا، ہم نے کب کہا کہ آپ بذاتِ خود بلا تعلیم وحی علم غیب جانتے تھے، یہاں منکر حصولِ علمِ غیب میں وحی کی ضرورت کا انکار کر رہا ہے، اور یہ انکار وہی ہے جس کو ہم نہیں مانتے ہیں پھر خواہ مخواہ اعتراض تراشی سے کیا فائدہ بجز اس کے کہ کوئی بات حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی تنقیص شان میں مل جائے جو

marfat.com
Marfat.com

ہمیں منظور نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ آپ کو بہت سے علوم شب معراج میں حاصل ہوئے اور حصولِ علوم کا سلسلہ یہاں ہی ختم نہیں ہو گیا بلکہ تا اختتام نزولِ قرآن جاری رہا، منکرین کے خیال میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ ہم علم ماکان و مایکون آپ کے لئے یوم پیدائش ہی سے ثابت کرتے ہیں، حالانکہ ہم اس بارے میں تدریج کے قائل ہیں، اس عقیدہ کے ہوتے منکرین کے کئی متعصبانہ جاہلانہ اور غیر دانش مندانہ سوالات خود بخود ہی باطل ہو جاتے ہیں منکرین یہاں ایسے ادراک کی آنکھوں سے (اگر وہ رکھتے ہوں تو) دیکھ لیں کہ آپ علم غیب بذریعہ تعلیم الٰہی بوساطت جبریل علیہ السلام (جس کو ہم وحی کہتے ہیں) حاصل کر رہے ہیں جس کا تکرار صفحات گذشتہ میں کئی دفعہ ہوا۔

بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو سائل مجیب سے دوسروں کی تعلیم کے لئے پوچھتا ہے جیسے جبرائیل علیہ السلام نے آپ سے ایمان اور احسان کے متعلق سوال کیا، اس سے ہمارا یہ مطلب ہے کہ محض سوال کرنے کی بنا پر کسی پہ عدم علم کا فتویٰ لگا دینا اوچھاپن ہے جو اہلِ نظر کے لئے جائز نہیں۔

(۱۰) ابوداؤد شریف میں ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی تو پاپوش مبارک اپنے پاؤں سے اُتار دی، یہ دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے بھی اپنی پاپوشیں اتار دیں۔ سرورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فراغتِ نماز کے بعد صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا، انہوں نے جواباً عرض کیا کہ ہم نے حضورؐ کی تقلید میں یُوں کیا آپؐ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی تھی کہ ان میں نجاست ہے، اگر حضورؐ غیب دان ہوتے، تو کیوں نجاست والی پاپوش سے نماز پڑھتے؟

جواب: پاپوش مبارک کا بحکم وحی پاؤں سے اُتارنا آپؐ کے تنظیف اور تطہیر کی وجہ سے تھا ورنہ جوتیوں میں ایسی نجاست نہ تھی جس کی وجہ سے نماز جائز نہ ہو، نہیں تو آپؐ نعلین مبارک کے اتارنے پہ ہی اکتفا نہ فرماتے، بلکہ نماز کا اعادہ بھی کرتے جو آپ نے نہیں فرمایا، جبرائیل علیہ السلام کا آپ کو اس معمولی سی نجاست کی بھی خبر دینا حضورؐ کی عظمت

marfat.com
Marfat.com

اور رفعتِ شان کے اظہار کے لئے ہے اس سے عدمِ علم پر استدلال کرنا نافہمی اور سوءِ ادب پر دال ہے، حضرت شیخ عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں۔

(قذر بفتح قاف و ذال معجمہ در اصل آنکہ مکروہ پندارد آں را طبع وظاہر آن بجا ئے نبود کہ نماز باں درست نباشد بلکہ چیزے بود مستقذر کہ طبع آں را ناخوش دارد والا نماز از سر نو میگرفت، کہ بعضے نماز باں گزاردہ بود، وخبر دادن جبریل علیہ السلام وبہ آوردن پاپوش بجہت کمال تنظیف وتطہیر بود کہ لائق بحال شریف وے بود (الکلمۃ العلیا)۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے حجرے کے دروازے پر ایک جھگڑا سنا، آپؐ نے باہر تشریف لاکر فرمایا کہ میں بجز آدمی کے کچھ نہیں، میرے پاس جھگڑنے والے آتے ہیں، شاید تم میں سے کوئی ایک دوسرے کے مقابلے میں زیادہ خوش بیان ہو اور اس کی خوش بیانی سے میں اس کو سچا جانوں، اور اس کے حق میں فیصلہ کردوں کہ پس جس کو میں مسلمان کا حق دلاؤں، وہ سمجھے کہ میں اسے جہنم کا ایک ٹکڑا دلاتا ہوں، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ غیب دان تو تھے ورنہ خلاف حق فیصلہ کرنے کا احتمال کیوں ظاہر کیا۔

جواب ۔اسلوب کلام کو مدنظر رکھتے ہوئے اس حدیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد تہدید ہے تاکہ لوگ خوش بیانی اور زورِ استدلال کے مقابلے میں حق کو اختیار کریں، حدیث شریف کے اصل الفاظ یہ ہیں۔ فَاِنْ قَضَیْتُ لِاَحَدٍ مِّنْکُمْ بِشَیْءٍ مِّنْ اَخِیْہِ فَاِنَّمَا اَقْطَعُ لَہٗ قِطْعَۃً مِّنَ النَّارِ یعنی اگر میں تم میں سے کسی کو دوسرے کا حق دوں تو وہ اس کے لئے آگ کا ٹکڑا ہے یعنی تم کسی کا حق لینے کی کوشش ہی نہ کرو، یہاں انکار علم غیب کا سوال نہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضورؐ سے عملاً ایسا نہیں ہوا، اگر حضورؐ کی کوئی ایسی مثال مل جاتی جس سے ثابت ہوتا کہ آپ نے کسی کی خوش بیانی کے فریب میں اُسے دوسرے کا حق دے دیا، پھر یہ احتمال درست ہوتا' ایسی خلاف واقعہ بات کو جس کا وقوع

marfat.com
Marfat.com

صرف امکانی ہے عملی نہیں بطورِ ثبوت عدم علم غیب پیش کرنا درست نہیں، آپ نے جو الفاظ فرمائے وہ قضیۂ شرطیہ ہیں جو صدق مقدم کے مقتضی نہیں، ایک ناممکن بات کو بغرض تہدید فرض کر لیا ہے یعنی اگر بالفرض ایسا ہو تو بھی تمہیں کوئی فائدہ نہیں، ایسا ہی شرطیہ قرآن مجید میں بھی وارد ہے، کما قولہ تعالیٰ۔

قل ان کان للرحمٰن ولدٌ فانا اول العابدین یعنی آپ فرما دیں کہ اگر خدا کے ہاں بیٹا ہو، تو میں پہلا عبادت کرنے والا ہوں، یہاں یہ بھی تو کہا جا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں خدا کے ہاں بیٹا ہونے کا خدشا تھا (معاذ اللہ) مگر یہ شرطیہ ہے اور شرطیات مقدم کے صدق کو مستلزم نہیں ہوتے چنانچہ ان میں فرض محال تک بھی ہوتا ہے چنانچہ اس آیت اور حدیث میں ایسا ہی ہے ورنہ حضور سے خلافِ حق فیصلہ کا وقوع ممکن نہیں، ملخصًا الکلمۃ العلیا مشارق ـــــ مشارق کی اصل عبارت یہ ہے، وان قولہٗ علیہ السلام فان قضیت لہٗ بحق مسلم الخ شرطیۃٌ وھی لا ...... تقتضی فیکون من باب فرض المحال نظر الی عدم جواز قرارہ علی الخطاء ویجوز ذلک اذا تعلق بہ غرض کما فی قولہ تعالیٰ قل ان کان للرحمٰن ولد فانا اول العابدین والغرض فیما نحن فیہ التہدید والتفریع علی اللسن والاقدام علی تلحین الحجج فی اخذ اموال الناس۔

آپ کو شہد بہت پسند تھا، اور آپ حضرت زینب کے پاس اکثر تشریف فرما کر شہد نوش فرماتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ نے مشورہ کیا، کہ ہم میں سے جس کے پاس حضرت تشریف لائیں وہ آپ سے کہہ دے کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بُو آتی ہے تو آپ فرمائیں گے کہ میں نے تو شہد پیا ہے تو یہ جواب دے کہ شہد کی مکھی مغافیر پر بیٹھی ہوگی پس چونکہ آپؐ کو بدبُو سے نفرت ہے اس لئے آپ شہد کا استعمال ترک کر دیں گے، نتیجتاً حضرت زینبؓ کے پاس نشست کم ہو جائے گی چنانچہ ایسا ہی ہُوا اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ اب کبھی شہد نہ کھاؤں گا، اس پر یہ آیت اُتری، یاایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک، اگر حضرت غیب دان ہوتے تو کیوں آپ ایک بنائی ہوئی بات پر شہد چھوڑنے کی قسم کھا لیتے۔

marfat.com
Marfat.com

جواب: یہاں حرام کر دینے سے آپ کا ترک کر دینا مراد ہے' اعتقاداً ایسا نہیں جس شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ آپ نے خدا کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام قرار دیا' تو بالاتفاق کافر ہے تفسیر سراج المنیر میں اسی آیت کے ضمن میں ہے بان المواد بھذا التحریم ھو الامتناع من لانتفاع بالازواج لا اعتقادا (البتہ آپ کے حرام کرنے سے مراد اپنی ذات کو شہد کے استعمال سے روکنا ہے' از روئے اعتقاد حلال کو حرام ٹھیرانا مراد نہیں' والنبی صلی اللہ علیہ وسلم امتنع الانتفاع بھا مع اعتقاد کونھا حلالاً فان من اعتقد ان ھذا لتحریم ھو تحریم ما احل اللہ فقد کفر فکیف یضاف الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آپ نے شہد کو اپنے لئے اس کی حلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے منع فرمایا پس جو شخص اعتقاد کرے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام فرمایا تو ایسا اعتقاد کرنے والا کافر ہے پھر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف یہ نسبت کیسی ہو سکتی ہے' تبتغی اے ترید ارادۃ عظمۃ من مکارم اخلاقک وحسن صحبتک مرضات ازواجک یعنی آپ اپنے خلق عظیم اور کرم عمیم کی وجہ سے ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی چاہتے ہیں اور آپ کے حسن جمال کا تقاضہ ہے جن کی بنا پر آپ نے شہد سے منتفع ہونا بند فرمایا' اس میں نفی علم کہیں ثابت نہیں ہوتی فقط ایک حلال چیز سے اپنے آپ کو روکنا ہے' وہ بھی حسن اخلاق کے باعث ابی منافق نے جس کا نفاق اظہر من الشمس ہو چکا تھا' مرتے وقت اپنے لئے آپ کی قمیص مبارک طلب کی آپ نے باوجود اس علم کے کہ وہ منافق ہے اس کو وہ قمیص مرحمت فرمائی پس رحمۃ للعالمین کی جانب سے یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ آپ ازواج مطہرات کی خوشنودی اور رضامندی کے لئے اپنے ذاتی فائدہ کو ترک فرما دیں۔

سراج المنیر میں ہے کہ تبتغی مرضات ازواجک کا خطاب بوجہ عتاب نہیں تھا کیونکہ آپ نے محض کمال نظافت ولطافت کے باعث یہ بھی گوارا نہ فرمایا کہ کسی قسم کی بو آپ سے متعلق کی جا سکے' ورنہ اگر اس بات میں کچھ بھی حقیقت ہوتی تو آپ دوسروں کی بہ نسبت مغافیر کی بو زیادہ محسوس فرما سکتے تھے' اور بار بار اپنی سر اہلیہ کو یہ کہنے کی

marfat.com
Marfat.com

ضرورت ہی نہ پڑتی کہ میں نے شہد کھایا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے والد کے قرضہ کے سلسلہ میں حاضر ہوا اور دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے دریافت فرمایا کہ کون ہے، میں نے عرض کی کہ میں، حضور سرور کائنات نے فرمایا، کہ میں تو میں بھی ہوں گویا یہ کلمہ آپ کو ناگوار گزرا، اگر آپ غیب دان ہوتے تو کیوں دریافت کرتے کہ تم کون ہو۔ حضورؐ کو خود ہی معلوم ہو جاتا۔

جواب۔ اگر کسی حکمت کی بناء پہ باوجود علم کے کوئی چیز دریافت کی جائے تو اس سے نفی علم کا ثبوت نہیں ملتا، نہ یہ بات عدم علم پر بطور حجیت پیش کی جا سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے، وما تلك بيمينك يموسىٰ قال هي عصاي اتوكؤا عليها واهش بها على غنمي ولي فيها مارب اخرىٰ یہاں خدا کے علم کے بارے میں منکرین کا کیا خیال ہے؟

حدیث مندرجہ عنوان کو غور سے دیکھنے سے یہ بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس سوال جواب کا حال آپؐ کو پہلے سے معلوم تھا یعنی آپ جانتے تھے کہ میرے سوال پر مخاطب یہ جواب دے گا (جو اس نے دیا) پھر میں اسے تعلیم دوں گا کہ کسی سوال کے جواب میں مبہم جواب نہیں دینا چاہیئے بلکہ وضاحت سے کام لینا چاہیئے، جس سے سامع کی معلومات میں اضافہ ہو، اگر اس کی تشفی ہو جائے، مرسلین علیہم السلام کی عادت ہے کہ ہر بات موقع اور ضرورت کے مطابق کرتے ہیں۔ اگر یہ موقع پیش نہ آتا تو ہم ایسی مفید ہدایت سے کس طرح مستفید ہو سکتے۔

درود شریف وسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور میں بواسطہ ملائکہ پیش ہوتا ہے۔ اگر آپ غیب دان ہوتے تو فرشتوں کے ذریعے پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

جواب۔ آپ کے حضور میں پیش ہو کر فرشتوں کا اعمال امت پیش کرنا آپ کی رفعت وعظمت شان کے باعث ہے۔ عدم کے باعث نہیں۔ ملائکہ خدا کے حضور بھی

marfat.com
Marfat.com

پیش ہو کر بندوں کے اعمال پیش کرتے ہیں تو یہ شبہ خدا تعالیٰ کے متعلق بھی وارد ہو سکتا ہے۔

صفحاتِ گذشتہ میں اپنے مقام پر متعدد تفاسیر کے حوالوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی امت کے اعمال قلوب، اخلاص ونفاق، درجات ایمان ویقین، قصد وعزائم ونیات وغیرہ بنورِ نبوت جانتے ہیں۔

سورۂ توبہ میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے، فسیری اللّٰہ عملکم ورسولہ والمؤمنون یعنی عنقریب اللہ تعالیٰ اس کا رسول اور مومنین تمہارے اعمال دیکھیں گے، سَ استقبال قریب کے لئے ہے یعنی عالم برزخ میں تمام اعمال خام اس سے کہ وہ اچھے ہوں یا برے، خدا تعالیٰ اپنی الوہیت سے دیکھتا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور نبوت سے اور مومنین نورِ ایمان سے، حدیث شریف میں ہے، اتقوا من فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللّٰہ تعالیٰ یعنی مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ یقیناً نورِ حق سے دیکھتا ہے۔ آیت مذکورہ میں دیکھنے کے فاعل خدا، رسول اور مومنین ہیں جن کے دیکھنے کا وقت ایک ہی ہے مختلف اوقات نہیں۔ وہ وقت خواہ برزخ کے عالم میں ہو یا وقوع عمل کے فوراً بعد، بہر حال اس معاملہ میں رسول کریم اور مومنین حق تبارک وتعالیٰ سے شرکت رکھتے ہیں، افسوس اب منکرین کا کہیں ٹھکانہ نہ رہا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں علم غیب کا اعتقاد رکھنے والے لوگ انہیں حق تعالیٰ کی صفتِ علم میں شریک کرتے ہیں جس سے حق تبارک وتعالیٰ سے ان کی مساوات لازم آتی ہے؟

جواب: یہ محض منکرین کا وسوسہ اور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ سے جہالت ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم متناہی ہے اور خدا تعالیٰ کا علم غیر متناہی، خدا تعالیٰ کا علم ذاتی اور آپ کا عطائی پھر مساوات کیونکر لازم آئی ـــــ اگر منکرین خدا کی صفت میں کسی کے شریک ہونے سے ڈرتے ہیں تو آپ خدا کی رحیمی، رؤفی میں شریک ہیں۔ دیکھو سورہ توبہ کی آیۃ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین

marfat.com
Marfat.com

رؤوف الرحیم اور رسول کے لئے قرآن مجید میں لفظ شہید اور کریم بھی آئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے لئے بھی، پس یہ اسمی شرکت صفت کی شرکت ہے تو کیا اس سے آپ نعوذ باللہ خدا کے شریک ٹھہرے، یہ صرف وہابیوں کی غلطی ہے، یہاں بھی خدا کی یہ صفتیں ذاتی ہیں اور حضور کی عطائی۔ ایسا خیال کرنے سے مساوات و شرکت کا سوال پیدا ہی نہیں ہوا۔

قاضی خان میں ہے، رَجُلٌ تزوج امراۃ بغیر شھودٍ فقال الرجل والمرأۃ خدا و رسول را گواہ کردیم قالوا یکون کفراً لانہ اعتقد انّ رسول اللہ علیہ السلام یعلم الغیب وھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت ایک مرد نے ایک عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا، پس مرد اور عورت نے کہا کہ ہم نے خدا و رسول کو گواہ کیا، فقہا کہتے ہیں کہ یہ کفر ہے کہ انہوں نے اعتقاد کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ زندہ ہونے کی صورت میں بھی غیب نہ جانتے تھے، چہ جائیکہ وصال کے بعد۔

منکرین کے پیشواؤں خلیل و رشید نے عبارت بحرالرائق جو نا کح مذکورہ کی تکفیر میں پیش کی تھی، اس کی تردید میں مصنف تقدیس الوکیل عن توہین رشید و خلیل فرماتے ہیں "ہر چند اس میں بہت کلام ہے، مگر اسی جگہ اتنا ہی جواب کافی ہے کہ ردالمختار علی الدر المختار اور حاشیہ طحطاوی وغیرہ بحوالہ سند تاتار خانیہ و فتاویٰ حجۃ و ملتقط وغیرہ سے تصریح ہے ان الروایۃ التکفیر ضعیفۃ غیر صحیحۃ لان الاشیاء یعرض علی اللہ علیہ وسلم ویعرف بعض الغیب باعلام منہٗ بدلیل آیت علم الغیب فلا یظھر علےٰ غیبہ احداً الا من ارتضی من رسول الایہ بل الاطلاع علی بعض الغیوب من کرامات الاولیاء ھذا خلاصۃ ما فی ردالمختار والطحطادی وھکذا فی المجموعۃ الخانی وغیرھا یعنی یہ روایت تکفیر کی غیر صحیح ہے۔ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا اور باعلام الٰہی بعض غیب جانتے ہیں، بدلیل اس آیت، کے کہ خدا غیب دان ہے۔ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر پسندیدہ رسول کو، بلکہ بعض غیب پر اطلاع اولیاء کی کرامات میں داخل ہے، یہ خلاصہ ہے، ردالمختار طحطاوی اور مجموعہ خانی وغیرہ کی عبارت کا۔

marfat.com
Marfat.com

فقہ حنفی کی بہت سی معتبر کتابوں میں یہی درج ہے کہ روایت تکفیر غیر صحیح ہے پس غیر صحیح روایت سے سرور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قلت علم پر استدلال کرنا اور اہل اسلام کی تکفیر پر کمر باندھنا متبعین تقویۃ الایمان کے سوا کسی ذی علم کا کام نہیں پس اگر فتاویٰ قاضی اور بحر الرائق کی عبارتوں کا مفہوم یہ ہے کہ خود بخود بلا تعلیم الٰہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب جانتے تھے تو اس کو ہم بھی کفر سمجھتے ہیں اور اگر یہ عطاوی تعلیم الٰہی کی نفی ہے تو یہ ہرگز صحیح نہیں کیونکہ یہ بہت سی آیات، حدیث و دیگر کتب دینیہ کے خلاف ہے۔ اور اس سے انکار کرنا کفر کے مترادف ہے۔

نیز نکاح کرنا ایک عمل ہے اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام امت کے اعمال اچھے ہوں یا بُرے، یہ نور نبوت سے دیکھتے ہیں جیسا کہ اوپر متعدد کتب کے حوالے سے درج ہوا۔ پس عبارت قاضی خاں و بحر الرائق خلاف منقولات ہے، اور نص کے مقابلہ میں قیاس مردود ہے۔

---

marfat.com
Marfat.com

علمِ غیب کے قائلین اور منکرین کا محاکمہ

اب ہم غیب کے متعلق اس قدر لکھ چکنے کے بعد اس قابل ہو گئے ہیں کہ اہل سنت والجماعت اور منکرین کے بیانات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے معقول فیصلہ کر سکیں جو اہلِ عقل و نقل کے لئے یکساں طور پہ قابلِ قبول ہو۔

یہ صحیح ہے کہ دونوں فریق (مثبتین اور منکرین) قرآن اور حدیث سے استدلال کرتے ہیں اگر ان کے دلائل کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو قرآن مجید میں تضاد لازم آتا ہے' حالانکہ قرآن مجید میں تضاد و اختلاف کا اعتقاد کفر ہے پھر اس اختلاف کا جو بعض آیات میں بظاہر نظر آتا ہے۔ اس کا ارتفاع کیونکر ہو! ذرا سے تامل سے یہ فرق واضح ہو جاتا ہے' اور وہ حقیقت و مجاز کا فرق ہے جیسا کہ کتاب ہذا کی ابتدا میں مرقوم ہوا' یعنی فاعلِ حقیقی تو ذاتِ باری تعالیٰ ہے۔ اور مخلوقات میں سے کسی کی طرف کسی فعل یا صفت کا انتساب مجازی ہے۔ خدا تعالیٰ کے اوصاف ذاتی ہیں اور مخلوق کے اوصاف خدا تعالیٰ کے عطا کردہ ہیں' اس فرق کو پیشِ نظر رکھنے سے موہومہ اختلافاتِ آیات خود بخود اُٹھ جاتا ہے علمِ غیب کے بارے میں ہم ذرا وضاحت سے کام لیتے ہیں اور اہلِ سنت والجماعت کا اس کے متعلق عقیدہ بیان کرتے ہیں جس پہ بغور نظر کرنے سے بہت سے اختلافات اور غلط فہمیاں خود بخود دور ہو جائیں گی اور

۱۔ ذاتی علمِ غیب صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا علمِ غیب خدا تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔

marfat.com
Marfat.com

۲۔ خدا تعالیٰ کا علم محیط کل اور غیر متناہی ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم خدا تعالیٰ کے علم کا بعض اور متناہی ہے۔

۳۔ حضورؐ کا یہ بعض خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ہے، مخلوقات کے مقابلہ میں نہیں مخلوقات کے لئے بعض بھی لامتناہی ہے کیونکہ اس کا اندازہ ناممکن ہے۔

۴۔ آپؐ کا علم مخلوقات کے جمیع علوم سے زیادہ ہے لیکن خدا تعالیٰ کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا کہ سمندر کے مقابلہ میں قطرہ۔

۵۔ آنجنابؐ کو یہ علم تدریج عطا ہوا۔ یہ سلسلہ تا اختتام نزول قرآن جاری رہا، نزول قرآن کے اتمام پر اللہ تعالیٰ آپ کو جملہ مغیبات کا (جسے ہم ماکان وما یکون کہتے ہیں) علم عطا فرمایا۔

۶۔ آپؐ باوجود جاننے کے بعض امور کا کسی دوسرے سے دریافت کرنا بھی کسی حکمت کی بناء پر تھا۔

۷۔ آپؐ باوجود جاننے کے بعض امور کے کتمان پر مامور تھے، اور بعض امور کا کتمان کسی حکمت کی بنا پر ہوتا تھا جو کسی موقع محل اور ضرورت اظہار کا متقاضی تھا۔

۸۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علوم رحمانی ہیں تفصیلی علوم خدا تعالیٰ کے لئے ہیں۔

۹۔ امور مندرجہ بالا کے پیش نظر ہمیں آیات قرآنی پر غور کرنا چاہیئے اور ان سے یہ نتائج اخذ کرنے چاہئیں،

۱۔ آیات میں جہاں آپ کے لئے علم غیب کی نفی کی گئی، وہاں علم غیب ذاتی مراد ہے، جو صرف خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔

۲۔ جہاں علم غیب کا اثبات ہے وہاں علم غیب عطائی بہ تعلیم الہٰی مراد ہے جو آپ کا خاصہ ہے۔

۳۔ بعض جگہ قرآن اور حدیث میں جو آپ کی ذات سے جو علم غیب کی نفی کی گئی ہے، یہ اس وقت تک تو درست ہے جس وقت وہ کی گئی بعد میں وہ علم آپ کو حاصل ہو گیا، یعنی یہ بات اس وقت کے بعد علم غیب عطا ہونے کے منافی نہیں۔

marfat.com
Marfat.com

۴۔ بعض امور کا اخفا آپؐ نے کسی حکمت کی بنا پر کیا تاکہ اس کا اظہار بوقت ضرورت ہو لیں جب آپ نے اس کے اظہار کا موقع اور مخاطبین میں اس کے قبول کی رغبت و صلاحیت دیکھی تو آپؐ نے ظاہر فرما دیئے۔

افراط و تفریط اس معاملہ میں جہاں بعض افراد اہلِ سنت والجماعت نے افراط سے کام لیا، وہاں گروہِ منکرین نے تفریط کو اس حد تک پہنچا دیا جس کے ڈانڈے انکار آیاتِ قرآنی سے جا ملتے ہیں اور ایسی تو کوئی بات یا شبہ نہیں جو گستاخی شوخی اور سوءِ ادب تک نہ جا پہنچے، اہلِ سنت والجماعت کے بعض افراد نے آپ کے لیے جملہ علوم غیبی یوم پیدائش ہی سے تصور کر لئے اور اُن میں تدریجی ارتقا کو صاف نظر انداز کر دیا جہاں کہیں انہیں آپ کا بہ تعلیم الٰہی بذریعہ الہام و وحی وغیرہ علم غیب سیکھنا نظر آیا، وہاں بھی جھٹ یہ کہہ دیا کہ یہ بات تو آپ پہلے سے ہی جانتے ہیں حالانکہ یہ مسلّم ہے، یہ علوم آپ کو بتدریج سکھائے گئے جس کی انتہا اتمام نزولِ قرآن کے دن اتممت علیکم نعمتی کی مہر لگ چکنے کے بعد ہوئی وللآخرۃ خیر لک من الاولیٰ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ جوں جوں آپ کے علوم میں اضافہ ہوتا گیا، آپ کی بعد کی حالت پہلی حالت سے بہتر ہوتی چلی گئی، اگر اس تدریجی ارتقا سے انکار کیا جائے تو رب زدنی علماً کے کیا معنی لئے جائیں گے اور کیا اس بات کو تسلیم کرنے سے آپ کی شان میں کمی واقع ہوتی ہے، حاشا وکلا، کیونکہ یہ امر واقع ہے، اس سے انکار کرنا اپنی جہالت کا ثبوت دینا ہے، اسی امر کے انکار نے منکرین کو بہت سے اعتراضات اور شبہات گھڑنے کی جرأت دلائی، مثلاً قرآن مجید میں ہے۔ یسئلونک عن الساعۃ قل انما علمھا عند اللہ یہاں اگر صاف اقرار کر لیا جائے، کہ آیت کے نزول تک واقعی علم الساعت آپ کو کماحقہٗ حاصل نہ تھا تو اس میں کونسی خرابی لازم آتی ہے اور اہلِ سنت والجماعت کی خواہ مخواہ تاویلات سے کام لے کر آپ کے لئے نزولِ آیت کے وقت علم الساعت ثابت کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ انہیں تو منکرین سے صرف یہ سوال کرنا چاہیئے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بھی کیا آپ کو علم ساعت عطا

marfat.com
Marfat.com

نہیں کیا گیا، اگر نہیں تو قرآن مجید اور احادیث میں جو کچھ احوالِ قیامت کے متعلق بیان ہوا ہے، اس سے انکار لازم آتا ہے یا نہیں؟ اگر لازم آتا ہے تو یہ انکار منکرین کو مبارک ہو۔ ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

بعض مقامات پر جہاں صاف ثابت ہوتا ہے کہ بعض مغیبات آپ کے مشاہدہ میں لائے جا رہے ہیں اور بذریعہ وحی یا الہام آپ پر وہ منکشف فرمائے جا رہے ہیں وہاں منکرین کو ضلالت اور جہالت کی شبِ دیجور میں دُور کی سوجھی ہے کہ اگر حضورؐ کو علمِ غیب ہوتا تو ایسا وقوع میں کیوں آتا جیسا کہ شبِ معراج میں آپؐ نے جبرائیلؑ سے کئی امور کے متعلق استفسار فرمایا، یہاں علمائے اہلِ سنّت والجماعت کے لیے یہی جواب دینا کافی ہے کہ ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے جملہ مغیبات کا علم یومِ پیدائش ہی سے نہیں مانتے، ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ کو یہ علوم بتدریج بہ تعلیمِ الٰہی بذریعہ الہام وحی حاصل ہوئے جس کی ایک جھلک تم خود دیکھ رہے ہو اور اس پر اعتراض کر رہے ہو۔

منکرین نے تفریط میں کمال کر دکھایا اور حضورؐ کے لیے بعض علمِ غیب عطائی جزوی طور پر ماننے سے بھی انکار کر دیا جس سے صدہا آیات و احادیث کا انکار لازم آتا ہے لیکن اس کی انہوں نے بالکل پرواہ نہیں کی اور نفی علمِ غیب پر ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا، اس سلسلے میں انہیں اپنی کہی ہوئی باتوں کا بھی پاس نہ رہا، اور انحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبے کو گھٹاتے گھٹاتے بھائی کے برابر کر دیا" اور وسعتِ علم میں انہیں شیطان لعین سے بھی کم قرار دیا (نعوذ باللہ من ذالک) براہین قاطعہ میں ہے غور کرنا چاہیئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخرِ عالم خلاف قطعیہ بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کی یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی، فخرِ عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے، کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے تقویۃ الایمان میں ہے کہ خدا کا دیا ہوا علمِ غیب ماننا بھی شرک ہے۔ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے رسالہ حفظ الایمان میں حضورؐ کے بعض علمِ غیب کا مقر ہوتے ہوئے

marfat.com
Marfat.com

اسے چوپاؤں اور دیوانوں کے علم کے ساتھ تشبیہ دی" ان کے ایسے عقائد سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے انہیں عداوت ہے۔ اور ان کی رفعت شان اور عظمت سے جل مرتے ہیں، انہوں نے جو آیات واحادیث نفی علم غیب کے سلسلے میں پیش کی ہیں ان میں بالذات اور بالاستقلال علم غیب کی نفی ہے لیکن یہ علم غیب عطائی کو بھی اسی لپیٹ میں لے آئے ہیں اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ اس طرح خدا و رسولؐ میں مساوات کا امکان ہے حالانکہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ ذاتی علم غیب خدا کا خاصہ ہے اور عطائی علم غیب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے اور معطی اور معطی علیہ میں مساوات ثابت نہیں ہوتی کیونکہ معطی کا درجہ ہر حالت میں بلند ہے۔

نفی علم غیب کی آیات کو جو وقتی طور پہ تھیں ان کو منکرین اسی طرح مانتے ہیں، جس طرح بوقت نزول انہیں ماننا چاہیئے اور اثبات کی آیات جو بعد میں نازل ہوئیں ان کی طرف مطلقاً غور نہیں کرتے مثلاً" قرآن مجید میں منافقین کے متعلق ارشاد ہوتا ہے لاتعلمھم نحن نعلمھم اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ولتعرفنھم فی لحن القول تفسیر جمل میں ہے فان قلت کیف نفی عنہ علم بحال المنافقین واثبتہ فی قولہ تعالیٰ ولتعرفنھم فی لحن القول فالجواب ان آیۃ النفی نزلت قبل آیۃ الاثبات یعنی اگر تو کہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منافقین کا حال جاننے کی نفی کی گئی، حالانکہ آیت ولتعرفنھم فی لحن القول میں اس کے جاننے کا ثبوت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ نفی کی آیت اثبات کی آیت سے پہلے نازل ہوئی، حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جمعہ کو خطبہ کے وقت ان کے نام لے لے کر مسجد سے باہر نکال دیا جن کی تعداد تین مرد اور ایک سو ستر عورتیں بتائی جاتی ہے اب منکرین بتائیں کہ اس حدیث اور دوسری آیت کا تطابق لاتعلمھم نحن نعلمھم سے کیسے کریں گے بجز اس کے کہ یا اسے منسوخ تسلیم کر لیں یا اس میں نفی صرف علم ذاتی کو مانیں، منقولات کے پیش کرتے وقت منکرین نے بعض اوقات سیاق وسباق کلام کو خیال میں نہیں رکھا جہاں نفی

marfat.com
Marfat.com

علم غیب کا امکان بھی نہ تھا، وہاں سینہ زوری سے اُسے ثابت کرنے کی کوشش کی یہ علیحدہ امر ہے کہ ان کی اس کوشش سے خود انہیں کی جہالت وضلالت ثابت ہوتی چلی گئی۔ جیسا کہ وماعلمناہ الشعر وماینبغی لہ (آیت سورۂ یٰسین میں) جہاں اس عہد کی مروجہ شاعری کی لغویت کا اظہار بہ مقابلہ قرآن مجید منظور ہے۔ معلوم نہیں کہ منکرین نے علم شعر کو جو زید و بکر وغیرہ سے سیکھا جاسکتا ہے کیوں علوم غیب کی صف میں داخل کر لیا، منکرین نے بعض جگہ تعصب وخیانت سے کام لیا اور نقل حوالہ میں اصل عبارت کو اپنی جگہ پر قائم نہیں رہنے دیا جس سے مفہوم عبارت ہی بدل گیا مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے ایک حدیث براہان قاطعہ میں اس کے مصنف نے درج کی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ "مجھے دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" شیخ مذکور نے نقل حدیث کے بعد "این سخن اصلے ندارد و روایت بداں صحیح نہ شدہ است" لکھا ہے لیکن ناقل اس کو صاف ہضم کر گیا۔ مولوی حسین علی واں بھچری نے رسالہ غیب دانی میں سورہ جن کی آیت متعلقہ علم غیب کا ایک جزو لا یظھر علیٰ غیبہ احدًا تو لے لیا تاکہ اپنا مزعومہ دعویٰ ثابت ہو جائے مگر دوسرا جزو الا من ارتضیٰ من رسول جس سے علم غیب کا اثبات ہے چھوڑ دیا، تفسیر فتح العزیز کے مترجم نے آیت ویکون الرّسول علیکم شہیدًا کی تفسیر نقل کرنے میں جو وہابی مذہب کے خلاف تھی، خیانت کی وغیرہ ——— عقلی طور پر اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہی درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ آدم علیہ السلام کو خلافت الٰہی تفوق علم کے باعث ہی حاصل ہوئی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مقدس تو خلاصہ موجودات ہے تمام موجودات کے کمالات اور علوم آپ کی ذاتِ مقدس میں جمع ہیں کیونکہ آپ کائنات میں خدائے تعالیٰ کے خلیفۂ اعظم ہیں، یا نیابت الٰہیہ کا بہترین مجسمہ ہیں، اور نائب کے لئے ضروری ہے کہ مناسب کی مرضی اور منشار کے مطابق نظام کو چلائے لہٰذا اس کے لئے ہر چیز کے متعلق مناب کی رضا کا علم لازمی ہے پھر اختیار کا نمبر آتا ہے جس کے ماتحت کوئی نظام قائم ہوسکتا ہے، پس ایسی صورت میں یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ آپ کا علم موجودات کے مجموعی علم سے زیادہ ہے اور آپ کے علم سے خدا کا علم ہی زیادہ ہے کسی کی مجال

marfat.com
Marfat.com

نہیں کہ اس بارے میں آپ کی برابری کا دعویٰ کر سکے اور یہی بات آپ کی رفعتِ شان کے متقاضی ہے۔ ہمیں آپ کے کمالات کے سامنے سرِ عجز جھکا کر صدقِ دل سے اقرار کرنا چاہیئے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

منکرین کے لئے یہ چند سطور ہی اگر وہ انصاف سے کام لیں تو کافی ہیں ورنہ تعصب کی پٹی آنکھوں پہ بندھی ہونے کی صورت میں ایک دفتر بھی ناکافی ہے۔ اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ایسا ہے جس کی موجودگی میں آیاتِ قرآنی میں باہم مطابقت ہو سکتی ہے۔ منکرین کی باتوں کو مدِ نظر رکھیں تو افتومنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض کے ماتحت کئی آیات اور سینکڑوں احادیث کا انکار لازم آتا ہے۔ خدا اس سے بچائے واللہ یھدی الی سبیل الرشاد۔ اخیر میں ہم وہ چیلنج درج کر کے اپنے مضمون کو ختم کرتے ہیں، جو زبدۃ المحققین امام المناظرین اعلیحضرت مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے علمائے اہلِ سنت والجماعت کی طرف سے منکرین کو دیا، وُھُوَ ہٰذا

"ہاں ہاں تمام نجدیہ دہلوی گنگوہی جنگلی کوہی سب کو دعوتِ عام ہے،
اجمعوا شرکاءکم چھوٹے بڑے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت
قطعی الدلالۃ یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادہ چھانٹ لائیں جس سے
صاف صریح طور پر یہ ثابت ہو کہ تمامی نزولِ قرآن عظیم کے بعد اشیاء مذکورہ
ماکان ومایکون سے فلاں امر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مخفی رہا
جس کا علم حضورؐ کو دیا نہ گیا" فان لم تفعلوا فاعلموا ان اللہ لا یھدی
کید الخائنین منکرین کے پاس اگر اس کا معقول جواب ہو تو پیش کریں

قرآن مجید میں ہے وَسِعَ رَبِّی کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا (میرا پروردگار علم کے لحاظ سے ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے) نیز فقل ربکم ذو رحمۃ واسعۃ (پس کہدو کہ تمہارا رب وسیع رحمت کا مالک ہے) یہاں خدا کی شانِ علیمی کو ہر چیز پر محیط کیا ہے، قرآن مجید خدا تعالیٰ کی رحمت کو بھی وسیع کیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد ہوتا

marfat.com
Marfat.com

ہے۔ وسعت رحمتی علی کل شیٔ یعنی میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے جس طرح خدا کی صفت علم میں عمومیت پائی جاتی ہے، ہو بہو وسعت کے لحاظ سے ایسی ہی عمومیت صفت رحمت میں بھی ہے جہاں صفت رحمت ہر چیز کو اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے وہاں صفت علم بھی ہر چیز کو اپنی وسعت سمیٹے ہوئے ہے، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا کی رحمت ہے کیا چیز اور اس کا اس مسئلہ سے کیا تعلق ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا کی رحمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس ہے۔ دیکھئے آیت وما ارسلناك الا رحمۃ للعلمین پس جس طرح خدا کی رحمت ہر جگہ موجود ہے اسی طرح آپ کی ذات بھی ہر جگہ موجود ہے اور ہر چیز کو اپنے سایۂ عاطفت میں لئے ہوئے ہے اور اس کے ساتھ ہی پہلو بہ پہلو خدا کی شان علیمی بھی اپنی بہار دکھا رہی ہے۔ موجودات میں خدا کی صفت علم اور صفت رحمت کی یہ جلوہ گری اپنی وسعت کے لحاظ سے بالکل یکساں ہے اس سے ہمیں یہ لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جہاں آپ کی ذات موجود ہے، وہاں آپ کا علم بھی موجود ہے اور یہ مسلم ہے کہ آپ کی ذات مقدس بلحاظ مجسمہ رحمت ہونے کے ہر جگہ موجود ہے (کیونکہ رحمت الٰہی کی وسعت کا تقاضہ ہی یہی ہے کہ وہ ہر جگہ موجود ہو) اس لئے آپ کا علم بھی ہر جگہ موجود ہے اور ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور اس پہ ہر وقت خدائی علم کی وسعت کا پرتو پڑ رہا ہے۔

اسے مختصر الفاظ میں ہم یوں ادا کر سکتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی وسیع رحمت کا مظہر آپ کی ذات ہے اور ہر جگہ موجود ہے اور اس کے وسیع ذاتی علم کا پرتو آپکا عطائی علم غیب ہے اس لئے یہ بھی ہر چیز کو اپنے دامن وسعت میں لئے ہوئے ہے کیونکہ یہ دونوں صفتیں عمومیت کے لحاظ سے یکساں ہیں۔

نظر بہر صورت اہلسنت والجماعت کا عقیدہ درست اور صحیح ہے۔ اس میں شرک کی کوئی شق نہیں ہاں اس عقیدے کی مخالفت حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فعت شان

سے عدم آگاہی کا ثبوت ہے جو گستاخی اور سوءِ ادب کی حدود سے
گزار کر آدمی کو کفر کی منزل تک پہنچا دیتی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

مسئلہ استمداد

کسی آدمی کا حضرات انبیائے کرام اور اولیائے عظام سے مدد مانگنا جائز ہے، دراں حالیکہ اس کا عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی مدد تو خدائے تعالیٰ کی طرف سے ہی ہو، یہ حضرات اسی کے مظہر ہیں اور اسی کی عطا کردہ قدرت سے کسی کی مدد کرنے کی طاقت رکھتے ہیں یعنی قدرت امداد ان کی ذاتی نہیں بلکہ حق تبارک وتعالیٰ کی عطا کردہ ہے۔

اس سلسلے میں ہم پہلے استمداد کے جواز میں دلائل پیش کرتے ہیں پھر اس پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان کے جوابات معہ دلائل تحریر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

استمداد پر دلائل

قولہ تعالیٰ۔ وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللہ ط ان اللہ شدید العقاب (سورہ مائدہ ربع اول) اور مدد کرو تم اوپر نیکی کے اور پرہیزگاری کے اور نہ مدد کرو تم گناہ اور ظلم پر اور ڈرو تم اللہ سے، تحقیق اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ...... (موضح القرآن)

تعاونوا صیغہ امر ہے، باب تفاعل سے جو مشارکت کے لئے آتا ہے یعنی آپس میں باہم ایک دوسرے کی مدد کرنا۔ باقی رہا مدد طلب کرنا، وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ سے ثابت ہے استعینوا صیغہ امر ہے، باب استفعال سے جس کا خاصہ طلب کرنا ہے یعنی مدد طلب کیا کرو ساتھ صبر اور نماز کے صبر اور نماز دونوں بندے کے فعل ہیں۔ پس بوسیلہ مخلوق بادشاہ باری تعالیٰ استعانت مامور بہ ہو گئی، کیونکہ بحکم ان اللہ خلقکم وما تعملون بندوں کے افعال بھی مخلوق ہیں ــــ یاجوج ماجوج کی آمد ورفت بند کرنے

marfat.com
Marfat.com

کرنے کیلئے حضرت سکندر ذوالقرنین سے عرض کی گئی جس کے جواب میں آپ نے کہا اعینونی بقوۃ یعنی تم میری بلحاظ قوت امداد کرو پھر انہوں نے دو پہاڑوں کے درمیان زمین کو پانی کی گہرائی تک کھودا اور دیوار کی بنیاد رکھی جو پہاڑوں کی بلندی تک اوپر اٹھائی گئی جسے سد سکندری کہتے ہیں اس سے مدد مانگنا اور مدد دینا دونوں ثابت ہو جاتی ہیں۔

قبل از ولادت حضورؐ سے استمداد

اہل کتاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے پہلے جب مشرکین سے مغلوب ہوتے تو آپ کے وسیلہ سے مدد چاہتے، اس پہ حق تعالیٰ نے انہیں مشرکین پہ غلبہ عطا فرمایا، کما قال اللہ تعالیٰ وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا الآیہ اس کی تفسیر مظہری میں اس طرح وضاحت کی گئی ہے، وکانوا ای الیہود من قبل ای قبل البعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستفتحون ینصرون علی الذین کفروا ای مشرکین العرب ولیقولون اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التورات، خازن مدارک سراج المنیر اور موضح القرآن کی عبارات کا مفہوم بھی یہی ہے یعنی جب یہودی آپ کی بعثت سے پہلے کفار سے عاجز آجاتے تو دعا مانگتے کہ اے پروردگار کہ ہمیں آخری زمانے کے پیغمبر کے طفیل ان پہ فتح دے۔

اور تفسیر فتح العزیز جلد اول مطبوعہ محمدی لاہور کے صفحہ اخیر میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں لیکن درینجا باید فہمید کہ استعانت از بوجیکہ اعتماد بر آن غیر باشد واورا مظہر عون الٰہی نداند حرام است، واگر التفات محض بجانب حق است، واورا یکے از مظاہر عون دانستہ ونظر بکار خانہ اسباب وحکمت او تعالیٰ دراں نمودہ بہ غیر استعانت ظاہری نماید دور از عرفان نخواہد بود، ودر شرع نیز جائز وروائیت وانبیاء واولیاء ایں نوع استعانت ظاہری حقیقت ایں نوع استعانت بہ غیر نیست بلکہ استعانت بحضرت حق است لاغیر یعنی یہاں سمجھنا چاہیئے کہ غیر خدا سے اس پہ بھروسہ کرتے ہوئے اور اسے مظہر امداد الٰہی نہ جانتے ہوئے مدد مانگنا حرام ہے لیکن اگر بباطن حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہو تو ان سے

marfat.com
Marfat.com

مظہر ذات الٰہی جانتے ہوئے اور اسباب و حکمت الٰہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اگر غیر خدا سے ظاہری امداد طلب کی جائے تو یہ بعید از عرفان الٰہی نہیں، یہ امر شریعت میں بھی جائز اور روا ہے، اس قسم کی استعانت انبیاء و اولیاء نے بھی غیر سے کی ہے دراصل اس قسم کی مدد طلب کرنا استعانت بہ غیر نہیں، بلکہ استعانت بحق تعالیٰ ہے، مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے منصب امامت مترجم، مطبوعہ فاروقی دہلی میں لکھا گیا ہے۔

"وازاں جملہ مامور شدن عبادت است بہ تفحص ایشاں و طلب معرفت ایشاں، قال اللہ تعالیٰ وابتغوا الیہ الوسیلۃ و مراد از وسیلہ شخصے است کہ اقرب الی اللہ باشد در منزلت کما قال اللہ تعالیٰ اولٰئک الذین یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلۃ ایہم اقرب واقرب الی اللہ باعتبار منزلت اوّل رسول است، بعد ازاں امام کہ نائب اوست" مفہوم اس کا یہ ہے کہ بزرگان دین کے حال ڈھونڈنے اور ان کی معرفت طلب کرنے میں بندوں کو امر الٰہی ہوا جیسے فرمایا خدا تعالیٰ نے، اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور اس کی طرف وسیلہ طلب کرو، اور وسیلہ سے مراد وہ شخص ہے جو حق تبارک و تعالیٰ کی جناب میں باعتبار عزت و مرتبہ بہت قریب ہو جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، کہ یہی لوگ ہیں کہ پکارتے ہیں، تلاش کرتے ہیں اپنے پروردگار کے پاس سے ... سے کون زیادہ ان کے قریب ہے، اللہ تعالیٰ بہت نزدیک، بہ لحاظ عزت و منزلت پہلے رسولؐ ہیں پھر امام جو نائب رسولؐ ہے۔

اور تفسیر محمدی مطبوعہ گلزار محمدی لاہور میں آیت مذکورہ کی تفسیر میں حافظ محمد لکھوی نے بھی بحوالہ فتح الرحمان شاہ ولی اللہ صاحب، یہ لکھا ہے، بودند پیش ازاں طلب فتح میکردند بر کافراں یعنی بحرمت قرآن و محمد فتح بر کافراں میخواستند، اس کا ترجمہ پنجابی میں لکھا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ یہودی شر کفار سے ڈر کر اس سے پیشتر طلب فتح کیا کرتے تھے کہ اے خدا ہمیں اس نبی کی طفیل جس کی صفت تورات میں پڑھی جاتی ہے، فتح عطا فرما، پھر انہیں فتح ملتی تھی، یہ معالم میں بھی لکھا ہے، مثنوی شریف میں لکھا ہے۔

marfat.com
Marfat.com

بود در انجیل نام مصطفےٰ ۔ آں سر پیغمبراں بحر صفا
طائفہ نصرانیاں بہر ثواب ۔ چو رسیدندی بداں نام و خطاب
بوسہ دادندے براں نام شریف ۔ رو نہادندے براں وصف لطیف
اندریں قصہ کہ گفتیم آں گروہ ۔ ایمن از فتنہ بدند و از شکوہ
ایمن از شر امیران وزیر ۔ در پناہِ نام احمدؐ مستجیر
نسل ایشاں نیز ہم بسیار شد ۔ نور احمدؐ ناصر آمد یار شد
نام احمد ایں چنیں یاری کند ۔ تاکہ نورش چوں نگہبداری کند
نام احمدؐ چوں حصارے شد حصین ۔ تاچہ باشد ذات آں روح الامینؐ

ترجمہ: انجیل میں سید الانبیاء بحر صفا حضرت مصطفےٰ کا نام درج تھا، نصرانیوں کا ایک گروہ جب انجیل پڑھتے پڑھتے آپ کے نام اور خطاب تک پہنچتا تو حصولِ ثواب کی غرض سے اس نام شریف پر بوسہ دیتا اور مرقوم اوصاف کو صدق یقین سے تسلیم کرتا، اور اس پر اپنی پیشانی رکھتا، اس کی برکت سے وہ گروہ فتنہ و فساد سے محفوظ تھا اور جناب احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام مبارک کی پناہ میں امیر و وزیر کے شر سے بے فکر تھا، نورِ احمدیؐ کی نصرت اور یاوری سے ان لوگوں کی نسل نے بہت ترقی کی، جب آپ کا نام پاک اس طرح یاوری کرتا ہے تو آپ کے نورِ مبارک کے کیا کہنے، جب آپ کا نام مُبارک امن و حفاظت کا مضبوط قلعہ ہے تو اس ذاتِ مقدس کی رفعت و عظمت کیا ہو گی۔

قولہ تعالےٰ یاآیھا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسیٰ ابن مریم للحواریین من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ (سورۂ صف)

مسلمانو! (مراد انصار ہیں کہ بیچ عقبۂ ثانیہ کے بیعت کی تھی اور کہتے ہیں وہ ستر آدمی تھے، یا سب مسلمانوں کو خطاب ہے) ہو تم یاری کرنے والے دین اللہ کے کہ اور پیغمبر اس کے کو یعنی اے محمدؐ نصرت طلب کر دو قوم اپنی سے جیسے نصرت طلب کی عیسےٰ بیٹے مریم کے نے خالص حواریوں کو کہ کون ہیں یار اور یاری کرنے والے میری طرف نصرت اللہ کی یا کون ہیں

marfat.com
Marfat.com

مددگار نے والے میری بیچ دعوت کرنے خلق کی طرف نصرت اللہ کی، کہا حواریوں نے کہ اس راہ میں ہم ہیں مدد کرنے والے دین اللہ کے کی (موضح القرآن)

آیت مذکورہ میں حق تبارک وتعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت و شان کے لئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے مددگار بنو یعنی حضور کی مدد کرنے کو اپنی مدد کہا اور من انصاری عیسیٰ علیہ السلام کی طرح نہ کہا یہاں مدد کرنا اور مدد مانگنا دونوں منصوص ہیں۔

انبیاء حضور کی امداد کرتے ہیں

خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدد کے لئے جملہ انبیائے کرام سے عالم ارواح میں عہد لیا کہ جب حبیب اللہ خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائیں، تو بالضرور آپ کی امداد کریں، کما قولہ تعالیٰ واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمننّ بہ ولتنصرنّہ سے یکر الفسقون تک، دیکھو یہاں قرآن مجید میں صریحاً امداد کرنے اور کرانے کا ارشاد ہو رہا ہے اور اس سے انکار قرآن سے انکار ہے۔ پارہ اوّل ربع سوم میں ہے وَاَیَّدْنٰہُ بِرُوْحِ الْقُدُس یعنی ہم نے انہیں روح القدس سے مدد کی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہ باری تعالیٰ میں عرض کی۔ واجعل لی وزیراً من اھلی ھارون اخی اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری یعنی بنا اور مقرر کر میرے واسطے یار اور مددگار میرے کنبے میں سے میرے بھائی ہارون کو اور اس سے مضبوط کر پیٹھ میری اور اسے میرا رفیق بنا پیغمبری میں، اگر مدد مانگنا یا مدد کرنا شرک ہوتا تو حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد کرنے میں جملہ انبیائے کرام سے مدد کا عہد کیوں لیا جاتا، اور موسیٰ علیہ السلام خدا سے التجا کیوں کرتے کہ میرے بھائی کو میرا مددگار بنا۔

قولہ تعالیٰ ھو الذی ایدک بنصرہ وبالمؤمنین والّف بین قلوبھم الآیۃ یعنی اللہ وہ ذات ہے جس نے تجھ کو قوت دی ساتھ یاری اپنی کے اور قوت دی ساتھ مؤمنوں کے اور الفت ڈالی درمیان دلوں ان کے کے۔ اِس طرح قرآن مجید کی متعدد آیات

marfat.com
Marfat.com

سے دوسرے سے مدد مانگنا اور کسی کو مدد دینا ثابت ہے۔

تفسیر بیضاوی میں تحت آیہ فالمدبرات امرًا (سورۂ نازعات) لکھا ہے، "او صفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ فانہا تنزع عن الابدان غرقًا ای نزعًا شدیدًا من اغراق النازع فی القوس فیسط الی عالم الملکوت وتسبح فیہ فتسبق الی حظائر القدس فتصیر وا بشرفہا وقوتہا من المدبرات" ان آیات کریمہ میں اللہ عزوجل ارواحِ اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے، جب وہ اپنے مبارک بدنوں سے جُدا ہوتی ہیں، جسم سے جُدا ہو کر وہ عالمِ بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی ہوئی خطہ ہائے حضرتِ قدس تک جلد رسائی پاتی ہیں۔ پس اپنی بزرگی و طاقت کے باعث کاروبارِ عالم کے تدبیر کرنے والوں میں سے ہو جاتی ہیں، اس کی تائید مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی نے اپنی کتاب منصبِ امامت میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اولیاء اللہ ملائکہ مدبرات الامر کی طرح حل المشکلات اور حاجت روائی کرتے ہیں۔

پارہ ۳۰ ربع سوم میں باری تعالیٰ کا ارشاد ہے، والقمر اذا نشق۔ اس کے ضمن حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ دہلوی فرماتے ہیں "و بعضے از خواص اولیاء اللہ را کہ آلہ جارحہ تکمیل وارشاد بنی نوع خود گردانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ باین سمت نمی گردد، واویسیاں تحصیل کمالات باطنی از انہا می نمائند، وارباب حاجات ومطالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند و می یابند و زبانِ حال دراں وقت ہم مترنم بایں ہمہ مقالات است۔ ع

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن"

یعنی بعض خاص اولیاء اللہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے محض اپنے بندوں کی ہدایت وارشاد کے لئے پیدا کیا ہے، ان کو اس حالت میں بھی اس عالم کے تصرف کا حکم ہوا ہے اور اس طرف متوجہ ہونے سے ان کا استغراق بوجہ کمال وسعت مدارک انہیں روکتا نہیں اور اویسی طریقہ کے لوگ باطنی کمالات انہی سے حاصل کرتے ہیں، حاجتمند اور اہل غرض لوگ اپنی مشکلات کا حل انہی سے چاہتے ہیں، اور جو چاہتے ہیں وہ پاتے بھی ہیں اور زبانِ

marfat.com
Marfat.com

حال سے یہ گیت گاتے ہیں ؎

من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

دف - پورا شعر اس طرح ہے :-

مرا زندہ پندار چوں خویشتن   من آیم بجاں گر تو آئی بہ تن

یعنی مجھے اپنی مانند زندہ سمجھو، اگر تم میری طرف بدن سے آؤ گے تو میں تمہاری طرف جان سے آؤں گا۔ تم بظاہر میری طرف متوجہ ہو گے تو میں ہمہ تن بہ باطن تمہاری طرف ملتفت ہوں گا۔

مولوی اسمٰعیل صاحب صراط مستقیم میں لکھتے ہیں "امّا نسبت قادریہ و نقشبندیہ پس بیانش آنکہ بہ سبب برکت بیعت و یمن توجہات آنجناب ہدایت مآب روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین و جناب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند متوجہ حال حضرت ایشاں گردیدہ، و تا قریب یک ماہ فی الجملہ تنازع در مابین روحین مقدسین در حق حضرت ایشاں ماندہ، زیرا کہ ہر واحد ازیں ہر دو امام تقاضائے جذب حضرت ایشاں تمامہ بسوئے خود میفرمود تا آنکہ بعد انقراض زمانہ تنازع و وقوع مصالحت بر شرکت روزے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند و تا قریب یک پاس ہر دو امام بہ نفس نفیس حضرت توجہ قوی و تاثیر زور آور می فرمودند تا آنکہ در ہم یک پاس حصول نسبت ہر دو طریقہ نصیبہ حضرت ایشاں گردد، و امّا نسبت چشتیہ پس بیانش آنکہ روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقد منور حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند و بر مرقد مبارک ایشاں مراقب نشستند، دریں بہ روح پر فتوح ایشاں ملاقات متحقق شد، و آنجناب بر حضرت ایشاں توجہ بس قوی فرمودند کہ بہ سبب آں توجہ ابتدار حصول نسبت چشتیہ متحقق شد"

عبارت مذکورہ سے یہ باتیں ثابت ہوئیں :-

(۱) دونوں بزرگوں کا بعد وفات بھی دور سے معلوم کر لینا کہ فلاں جگہ جا کہ فلاں آدمی کو فیوضات قادری اور نقشبندی عطا کرنے ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

(۲) پھر دونوں صاحبوں کا بغداد شریف اور بخارا سے بہ یک وقت وہاں پہنچ جانے جس سے معلوم ہوا کہ دونوں کو ایک دوسرے کی روانگی اور رسیدگی کے وقت کا علم تھا

(۳) اس قدر تصرف کہ ایک ہی پیر میں قادری اور نقشبندی طریق کے مطابق باکمال بنا دیا جس سے اولیاء اللہ کا حاجت اور مشکل کشا (بحکم جل وعلا) ہونا ثابت ہوا

(۴) حصولِ کمالات باطنی کے لئے مزارات اولیاء اللہ پہ جانا اور صاحبِ مزار کا فیوض باطنی سے مالا مال کرنا۔

(۵) عطائے فیض میں اولیاء اللہ کا تصرف وغیرہ وغیرہ۔

امام غیر مقلدین نواب صدیق الحسن خاں بھوپالی رسالہ نفخ الطیب میں قاضی شوکانی سے یوں مدد مانگتا ہے۔

زمری ربّی در افتاد بہ ارباب سنن   شیخ سنت مدد ے قاضی شوکاں مددے

تفسیر کبیر میں سورۂ انعام کی آیت وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ کے تحت میں لکھا ہے وثالثهم الانبياء وهم الذين اعطاهم الله تعالىٰ من العلوم و المعارف مالاجله يقدرون على التصرف فى بواطن الخلق وارواحهم نيز اعطاهم من القدرة والمكنة مالاجله يقدرون على التصرف فى ظواهر الخلق یعنی سوم ان میں سے انبیاء علیہم السلام ہیں، اور یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس قدر علوم و معارف عطا فرمائے ہیں جن سے وہ مخلوقات کے دلوں اور روحوں پہ تصرف کرنے کی قدرت رکھتے ہیں نیز اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قدر قدرت اور طاقت دی ہے جس سے مخلوق کے ظواہر پر بھی تصرف کر سکتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں ربیعہ بن کعب اسلمی سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے مجھ سے فرمایا سَلْ فقلت اسئلك مرافقتك فى الجنة قال او غير ذلك قلت هو ذاك قال فاعنى على نفسك بكثرة السجود یعنی کچھ مانگو، پس میں نے کہا کہ میں جنت میں آپ کی ہمراہی طلب کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا! کچھ اور بھی مانگتا ہے، میں نے

marfat.com
Marfat.com

کہا بس یہی. آپ نے فرمایا کہ زیادہ نوافل سے میری مدد کر۔

اشعۃ اللمعات میں اس حدیث کے ماتحت شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، "واز اطلاق سوال کہ فرمود سل وتخصیص نہ کرد بمطلوب خاص معلوم می شود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست ہرچہ خواہد ہر کرا خواہد باذن پروردگار خود بدہد" مانگ لو کہ کے سوال کو مطلق چھوڑنے اور کسی خاص مطلوب کی تخصیص نہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے، کہ تمام کام آپ ہی کے کریمانہ دست ہمت میں ہیں، آپ جو کچھ جس کو چاہیں اپنے پروردگار کی اجازت سے دے دیں۔

یَا عِبَادَ اللہِ اَعِیْنُوْنِی

حصن حصین میں ہے "وان اراد عونا فلیقل یَا عِبَادَ اللہِ اَعِیْنُوْنِی یَا عِبَادَ اللہِ اَعِیْنُوْنِی یَا عِبَادَ اللہِ اَعِیْنُوْنِی" یعنی جب مدد لینی ہو تو کہے کہ اے خدا کے بندو میری مدد کرو۔ اے خدا کے بندو میری مدد کرو، اے خدا کے بندو میری مدد کرو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا عقیدہ

شیخ عبدالحق صاحب اشعۃ اللمعات میں بحوالہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں "ہر کہ استمداد کردہ شود بوے در حیات استمداد کردہ می شود بوے بعد از وفات ویکے از مشائخ گفتہ دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف می کنند، در قبور خود مانند تصرفہا ایشاں در حیات خود یا بیشتر۔ قومے می گویند کہ امداد حیّ قوی تر است ومن مے گویم کہ امداد میت قوی تر، واولیاء را در اکوان تصرف حاصل ہست، وآن نیست مگر ارواح ایشاں را ارواح باقی است" یعنی جس سے زندگی میں امداد طلب کی جا سکتی ہے، اس سے بعد وفات بھی طلب کی جا سکتی ہے۔ مشائخ میں سے ایک بزرگ فرماتے ہیں، کہ میں نے مشائخ میں سے چار آدمیوں کو دیکھا کہ وہ اپنی قبروں میں (بعد وفات) اس طرح تصرف کر رہے ہیں جس طرح زندگی میں کرتے تھے، یا اس سے بھی زیادہ۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ زندہ کی امداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن میرا یہ خیال ہے کہ مردہ کی امداد بہ نسبت زندہ کے زیادہ قوی ہے[۱]، اور اولیاء کو اکوان

---

[۱] امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا خیال درست معلوم ہوتا ہے کیونکہ تصرف ارواح کو حاصل ہوتا ہے (بقیہ ص ۱۰۵)

marfat.com
Marfat.com

عالم میں تصرف حاصل ہے اور یہ تصرف ان کی روحوں کو حاصل ہے اور وہ باقی ہیں (جسم کے ساتھ ان کو موت نہیں آئی)

(بقیہ صفحہ ۱۰۴) جو ارواح قیدِ عناصر میں ہونے کی صورت میں قدرتِ تصرف حاصل کر لیتی ہیں، کوئی وجہ نہیں قیدِ عناصر سے رہا ہونے پر ان کے تصرف میں اضافہ نہ ہو جائے۔ جیسے کوئی آدمی ہاتھ پاؤں بندھے ہونے کی حالت میں ایک کام کر لیتا ہے۔ تو کیا ہاتھ پاؤں کھلنے پر وہ اس سے مشکل کام کو بھی باحسن وجوہ نہ کرے گا، ضرور کرے گا۔ یہی حال ارواح کا ہے۔ کہ قیدِ عناصر سے آزاد ہو کر زیادہ طاقت حاصل کر لیتی ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

تصرف و قدرت وہمت

انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام و اولیاء عظام پر عطائے الٰہی

اس مسئلہ کی تہ میں بھی حقیقت و مجاز کا فرق کارفرما ہے. ملاحظہ ہو، قولہٗ تعالیٰ ءَاَنۡتُمۡ تَزۡرَعُوۡنَہٗۤ اَمۡ نَحۡنُ الزّٰرِعُوۡنَ (یعنی زراعت کرنے والے تم ہو یا ہم ہیں) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فاعل حقیقی وہی ذاتِ باری تعالیٰ ہے اور ہماری طرف افعال کی نسبتیں مجازی ہیں، جس طرح ہم کہتے ہیں کہ اس زمین کا مالک میں ہوں اور یہ گھر میرا ہے. یہ ملکیت ہماری محض مجازی اور اعتباری ہے، اگر ہم اس مجاز کو اڑا دیں اور میرا گھر کی بجائے خدا کا گھر کہیں تو لازم آئے گا کہ میرا بیٹا یا اس کا بیٹا کہنے کی بجائے خدا کا بیٹا اور میری بیوی کہنے کی بجائے خدا کی بیوی کہیں، یہ کسی طرح بھی جائز نہیں۔

قرآنِ مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنِ الۡحُكۡمُ اِلَّا لِلّٰهِ، یہ آیت حقیقت پر محمول ہے اور آیات اثباتِ حکم لِغَیۡرِ اللّٰہِ مجاز پر محمول ہے جس طرح اس آیت میں اٰتَیۡنٰهُ حُكۡمًا وَّ عِلۡمًا یعنی ہم نے داؤد علیہ السلام کو حکم اور علم دیا۔ یہاں حکم کی نسبت داؤد علیہ السلام سے حقیقی نہیں مجازی ہے۔

اب ہم آیاتِ قرآنی سے ثابت کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انبیاء کرام و اولیائے عظام کو بھی دوسروں کی امداد کرنے کی طاقت عطا فرمائی ہے اور وہ مدد مانگنے والوں کی باذن اللہ تعالیٰ مدد کرتے ہیں۔

آیت ۱۔ وَانۡصُرۡنَا فَاِنَّكَ خَیۡرُ النّٰصِرِیۡنَ

(اور ہماری مدد کر کہ تو بہتر مددگاروں کا ہے)

marfat.com
Marfat.com

آیت ۲۔ وَافۡتَحۡ بَیۡنَنَا فَاِنَّکَ خَیۡرُ الۡفَاتِحِیۡنَ ؁
(ہمیں فتح دے کہ تو بہتر فاتحین ہے)

آیت ۳۔ وَاغۡفِرۡ لَنَا فَاِنَّکَ خَیۡرُ الۡغَافِرِیۡنَ ؁
(ہمیں معاف کر کہ تو معاف کرنے والوں کا بہتر ہے)

آیت ۴۔ وَارۡزُقۡنَا فَاِنَّکَ خَیۡرُ الرَّازِقِیۡنَ ؁
(ہمیں رزق دے کہ تو رزق دینے والوں میں سے بہتر رزق دینے والا ہے)

آیت ۵۔ وَاحۡفَظۡنَا فَاِنَّکَ خَیۡرُ الۡحَافِظِیۡنَ ؁
(ہماری حفاظت کر کہ تو حفاظت کرنیوالوں میں سے بہتر حفاظت کرنیوالا ہے)

آیاتِ مذکورہ میں خدا تعالیٰ کے علاوہ بزرگانِ دین کا دوسروں کی مدد کرنا انہیں فتح دینا بخشش کرنا، رزق دینا اور حفاظت کرنا ثابت ہے۔ مگر مذکورہ اوصاف کا موصوفِ حقیقی خدا تعالیٰ ہے اور دوسروں کے لئے یہ اوصاف بعطائے الٰہی ثابت ہیں جو مجازی ہیں۔

آیت ۶۔ اَلَا تَرَوۡنَ اَنِّیۡۤ اُوۡفِی الۡکَیۡلَ وَاَنَا خَیۡرُ الۡمُنۡزِلِیۡنَ ؁
(کیا دیکھتے نہیں کہ میں پورا وزن دیتا ہوں اور اچھا مہمان نواز ہوں۔) یہاں اگر لفظِ خیر میں حقیقت و مجاز کے فرق کو ملحوظ نہ رکھا جائے تو حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام صفتِ خیریت میں خدا تعالیٰ سے برابری کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں حالانکہ امرِ واقع اس کے خلاف ہے نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو میرے لئے اپنی زبان اور شرمگاہ کا ضامن ہو جائے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ یہاں آپ کا ضامن ہونا بعطائے قدرتِ الٰہی ہے اگر اس سے بھی انکار کیا جائے جیسا کہ اکثر علماء وہابیہ و دیوبندیہ کی کتب میں مذکور ہے تو اس پر کفر لازم آتا ہے۔

آیت ۷۔ وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّیۡنِ کَهَیۡـَٔةِ الطَّیۡرِ بِاِذۡنِیۡ فَتَنۡفُخُ فِیۡهَا فَتَكُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِیۡ وَتُبۡرِئُ الۡاَکۡمَهَ وَالۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِیۡ وَاِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِیۡ ۔
(اور جب کہ تو مٹی سے مثل صورت پرند کے بناتا تھا میری اجازت سے۔ پس اس

marfat.com
Marfat.com

اس میں تو پھونکتا تو وہ میرے حکم سے پرند ہو جاتا (ایسے ہی) مادر زاد اندھے اور برص والے کو میرے حکم سے تو اچھا کرتا تھا، اور میرے حکم سے مُردوں کو زندہ نکالتا تھا)۔

آیت مذکورہ میں چار باتیں مذکور ہوئی ہیں

۱۔ جانوروں کا پیدا کرنا۔

۲۔ نابیناؤں کو بینا کرنا۔

۳۔ کوڑھی کو اچھا کرنا۔

۴۔ مردوں کو زندہ کرنا۔

یہ سب صفتیں حق تبارک و تعالیٰ کی ہیں جن سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی متصف تھے اسی مضمون کی آیت سورۂ آل عمران میں ہے اِنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ ج اِنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْـَٔۃِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْہِ فَیَکُوْنُ طَیْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰہِ ج وَاُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ ج وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ ط اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَۃً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ ان دونوں آیتوں سے انبیاء اولیاء کے تصرف و قدرت کے منکروں کی خود بخود بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ روح پھونکنا، مادر زاد اندھوں اور کوڑھوں کو اچھا کرنا، مُردوں کو زندہ کرنا اور آیت میں دیگر بیان کردہ باتوں کو جاننا صرف خدا ہی کی صفتیں ہیں لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے وقوع کو اپنی طرف منسوب فرما رہے ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ کام باذن و عطائے الٰہی وقوع پذیر ہوئے۔ اور حضرت کی طرف ان کاموں کی نسبت محض مجازی ہے حقیقی بالکل نہیں لیکن جو اصحاب باذن و عطائے الٰہی بھی تصرف و قدرت کو غیر اللہ کے لئے نہیں مانتا۔ ان کے حق میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ وہ کتاب مجید کے بعض حصوں پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض سے انکار کرتے ہیں اور دوسروں کی نکتہ چینی کرتے ہوئے خود جرم و عصیاں کے تاریک گڑھوں میں جا پڑتے ہیں۔ اگر تصرف و قدرت مجازی طور پر بھی ماسوا اللہ کے لئے درست نہ ہوتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان لوگوں کو جو حاجت براری اور مشکل کشائی کے واسطے دُور دراز

marfat.com
Marfat.com

کی مسافت طے کر کے ان کے پاس آتے تھے، ضرور یہ فرما دیتے کہ حاضر ناظر خدا کو چھوڑ کر میرے پاس کیوں آئے۔ گھر میں بیٹھ کر ہی اپنا کام کر لیا ہوتا لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا۔ انبیاء علیہم السلام شرک و کفر کو مٹانے کے لئے آتے ہیں نہ کہ پھیلانے کے لئے۔ اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ بزرگانِ دین کو تصرف و قدرت و ہمت بعطائے الٰہی حاصل ہے اور ان کے پاس حاجات روائی کے لئے جانا جائز ہے، اس کا انکار قرآن پاک کا انکار ہے۔

آیت ۸۔ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۔

(اور اگر تحقیق منافق راضی ہوتے اس چیز سے کہ دی ہے ان کو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول نے اور کہتے کہ کافی ہے ہم کو اللہ اور قریب ہے کہ اللہ دیگا ہم کو اپنے فضل سے اور دیگا پیغمبر اس کا تحقیق ہم کو طرف اللہ کی رغبت کرنیوالے ہیں)

آیت ۹۔ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۔

(اور نہیں دشمنی کی منافقوں نے پیغمبر سے مگر اس واسطے کہ دولت مند کر دیا انکو اللہ نے اور پیغمبر اس کے نے اپنے فضل و کرم سے)

ان دونوں آیتوں میں حق تبارک و تعالیٰ کا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسروں کو غنی کرنا، مراد دینا اور کافی ہونا مذکور ہے۔ یہ تصرف و قدرت کی انتہا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قرآن پاک سے ثابت ہوتی ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئیں، یہ ظاہر ہے کہ مالک وہی ہوتا ہے جس کے پاس کنجی ہو۔ اس لئے آپ زمین کے خزانوں کے مالک ٹھہرے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے کہ آپ نے ربیعہ انصاری کو فرمایا کہ مجھ سے جو کچھ مانگنا ہے مانگو (کَمَا ذُکِرَ فِیْ مَسْئَلَۃِ عِلْمِ غَیْب)

حضرت سلیمانؑ کے دربار میں ایک مکالمہ

آیت ۱۰۔ قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۔ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۔ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۔ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا

marfat.com
Marfat.com

عِنْدَہٗ قَالَ ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ لِیَبْلُوَنِیْ ءَاَشْکُرُ اَمْ اَکْفُرُ ؕ وَمَنْ شَکَرَ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ ۚ وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ ؕ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے سردار، وہ کون ہے تم میں ایسا جو لائے میرے پاس بلقیس کا تخت پہلے اس سے کہ آوے میرے پاس بلقیس حکم بردار ہو کر الخ یعنی اس کے آنے سے پہلے میرے پاس تخت آنا چاہیے تاکہ اس کی صورت بدل ڈالیں، پھر بلقیس کی عقل کا امتحان لیں، کہ وہ اس تخت کو پہچانتی ہے یا نہیں! جواب میں ایک زبردست دیو نے کہا، کہ میں اس تخت کو آپ کے پاس آپ کے اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے لادونگا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا، کہ میں اس سے بھی جلدی چاہتا ہوں، تو اس کے جواب میں حضرت آصف برخیا کہنے لگے کہ میں آنکھ جھپکنے سے پہلے وہ تخت لادونگا آپ کے پاس علم کتاب تھا، یا آپ کو اسم اعظم یاد تھا، اس بنا پر آپ نے تخت کو طرفۃ العین میں لانے کا دعویٰ کیا اور اسے سچ کر دکھایا، حضرت سلیمان علیہ السلام نے وہ تخت اپنی آنکھوں کے سامنے پڑا دیکھا تو یہ کہا کہ یہ بزرگی میرے رب کے فضل سے ہے الخ

اس آیت سے حضرت آصف برخیا کی قدرت و تصرف کا پتہ چلتا ہے جو بنی اسرائیل میں سے ایک ولی تھے، جب ایک ولی کا یہ حال ہے تو ایک جلیل القدر نبیؑ کا کیا مرتبہ ہوگا، فافہم، تقریر بالا پر قیاس کرتے ہوئے اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غرق شدہ کشتی نکال دی تو کیا تعجب ہے۔

آیت ۱۱۔ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ ۖ لِاَھَبَ لَکِ

حضرت جبرائیلؑ بیٹا دیتے ہیں

غُلٰمًا زَکِیًّا ؕ (میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دوں۔ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا حضرت مریم علیہا السلام سے خطاب ہے حضرت جبرائیلؑ خدا تعالیٰ کی طرف سے بنا بنایا بیٹا لے کر نہیں آئے تھے بلکہ انہوں نے آستین میں پھونک لگائی تو حضرت مریم علیہا السلام حاملہ ہوگئیں اور حضرت عیسیٰؑ مقررہ میعاد کے بعد پیدا ہوئے کیا یہ تصرف نہیں؟

marfat.com
Marfat.com

اللہ اور اُس کا رسول مدد فرماتے ہیں

آیت ۱۲ ۔ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ ۔ (تمہارا دوست و مددگار نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ اور پیغمبر اُس کا، اور جو کوئی ایمان لائے ہیں، جو کہ قائم کرتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوٰۃ، اور وہ رکوع کرنے والے ہیں) اس طرح کی اور بھی کئی آیتیں ہیں جن سے انبیاء اور اولیاء کا دوسروں کے لئے دوست اور مددگار ہونا ثابت ہوتا ہے۔

شاہ اسماعیل دہلوی بزرگانِ دین کے تصرف کے قائل تھے

فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا کے تحت میں تفسیر بیضاوی میں مذکور ہے کہ نفوس زکیہ یعنی اولیاء اللہ ملائکہ ملاء الاعلیٰ کی طرح سارے جہان میں لوگوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرماتے ہیں، مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے اپنی کتاب منصب امامت میں لکھا ہے۔

" بعضے ازیں بزرگواراں بنا بر اصلاح مطلق بنی آدم مامور اند، اختصاص بہ قومے از اقوام یا بہ بلدے از بلدان نمی دارند مثل خضر علیہ السلام وابدال و اوتاد و افراد و بعضے دیگر بہ قومِ خاص یا بہ بلدِ خاص یا بہ عکسِ خاص اختصاص میدارند نجباو رقبا و ایشاں را از اہلِ خدمات مے گویند، پس قومِ اول نائبان ملاء الاعلیٰ اند، و قومِ ثانی نائبانِ مدبرات الامر و چنانکہ گاہے درباب ادعیہ عالیہ و متعالیہ مقربین اختلاف واقع مے شود، کہ یکے عروج قومے میخواہد و دیگرے عروج قومے دیگر و یکے چیزے را ترجیح میدہد و دیگرے چیزے دیگر را و ایناں را اختصام ملاء الاعلیٰ میگوئید قال اللہ تبارک و تعالیٰ حکایتہ عن رسولہ و ما کان لی من علم بالملاء الاعلیٰ اذ یختصمون و باز حق جل جلالہ بحکمت بالغہ خود امر مناسب را کہ مصلحت باشد اجراے نمائید"

ترجمہ (پس جس طور پر کہ اللہ کے فرشتے دو قسم کے ہیں، ملاء اعلیٰ و مدبرات امر، ملاء اعلیٰ کا یہ حال ہے کہ ان کی شان اطلاقی ہے یعنی کسی قوم خاص یا شہر خاص کی اصلاح میں خصوصیت نہیں رکھتے بلکہ ان کی نظر تمام عالم کی اصلاح اور تمام بنی آدم کی

marfat.com
Marfat.com

کی خدمت کی طرف متوجہ ہے اور مدبرات امر کی یہ شان ہے کہ ان میں سے ہر ایک کسی معین اور مخصوص کارخانہ پہ مؤکل اور متعین ہے اور ان کی ہمت اسی مخصوص کار و بار کی اصلاح میں مصروف ہے۔ کوئی کارخانۂ امر پہ موکل ہے تو کوئی ارحام میں صورت گری پر معین ہے کوئی بنی آدم کی حفاظت پر متعین ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ کاموں پر مؤکل کر رکھا ہے۔ اسی طرح بزرگانِ دین میں سے بعض بنی آدم کے حالِ مطلق کی اصلاح کے واسطے مامور ہیں۔ کسی شہر میں یا قوم کے ساتھ خصوصیت نہیں رکھتے۔ مثل خضر علیہ السلام وابدال واوتاد وافراد اور بعض کسی قومِ خاص، شہرِ خاص یا لشکرِ خاص کے ساتھ اختصاص رکھتے ہیں مثلاً اقطاب ونجباء و اقتاد اور ان کو اہلِ خدمت کہتے ہیں۔ پس قومِ اوّل نائبانِ ملاءِ اعلیٰ ہیں اور قوم ثانی مدبرات امر ہیں۔ جس طرح کبھی ملائکہ مقربین کی دعائے عالیہ و متعالیہ کے بارہ میں اختلاف واقع ہوتا ہے کہ ایک فرشتہ ایک قوم کا عروج چاہتا ہے اور دوسرا دوسری قوم کی ترقی چاہتا ہے اور ایک ایک چیز کو ترجیح دیتا ہے اور دوسرا دوسری چیز کا غلبہ چاہتا ہے۔ اس کو اختصام ملاءِ اعلیٰ کہتے ہیں، چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکایۃً اپنے رسولؐ کی طرف سے فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ مجھ کو معلوم نہیں، جب ملاءِ اعلیٰ جھگڑتے تھے اور پھر حق جلّ وعلیٰ اپنی حکمتِ بالغہ سے کسی امر کو جو مناسب مصلحت ہوتا ہے۔ جاری کرتا ہے۔

عبارت مذکورہ سے چند امور ثابت ہوئے۔ اوّل تمام جہان پر نظر کرنا، دوسرا تمام جہان کی اصلاح، تیسرا تمام بنی آدم کی خدمت کرنا۔ یعنی ان کی حاجات روائی کرنا، اور چہارم بلاوں بر ساتا اور رحموں میں شکلیں بنانا وغیرہ ذالک، یہ سب صفتیں خاصہ باری تعالیٰ ہیں کما قولہ تعالیٰ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُکُمْ فِی الْاَرْحَامِ کَیْفَ یَشَآءُ پس ما فی الارحام کا علم ان کو دیا جو خدا تعالیٰ کے پانچ علوم میں سے ہے کیونکہ رحم میں جب مولود کے جسم میں جان پڑتی ہے تو فرشتہ اسی وقت اس کی عمر سعادت رزق اور شقاوت کے متعلق سب کچھ لکھ لیتا ہے، اور تمام جہان میں نظر اور اس کی اصلاح کرنا کس قدر علوِ ہمت اور تصرف ہے۔

marfat.com
Marfat.com

خواجہ باقی باللہ کا ایک دلچسپ واقعہ

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر فتح العزیز میں اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ؕ کے شانِ نزول میں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز کی توجہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں، ایک روز آپ کے مکان پر کچھ مہمان آگئے اور اس روز آپ کے ہاں کوئی چیز کھانے پینے کی قسم سے موجود نہ تھی، لہٰذا انہیں بہت تشویش ہوئی اور اس کے متعلق تردد کرنے لگے بلکہ نانبائی کی دکان آپ کے مکان سے متصل تھی، وہ اس وقت کی خبر پاکر روٹیوں کا بھرا ہوا ایک مکلف اور مرغن نان خورش کے ساتھ آپ کے سامنے لایا، آپ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مانگ کیا مانگتا ہے؟ اس نے عرض کی کہ مجھ کو اپنی مانند کر دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تو اس بات کا متحمل نہیں ہو سکے گا۔ کوئی اور چیز مانگ لے مگر وہ اپنی دھن کا پکا پہلے مطالبے پر اڑا رہا اور خواجہ صاحب انکار کرتے رہے، آخر کار آپ اس کے اصرار اور عاجزی سے مجبور ہو کر آپ اُسے اپنے حجرے میں لے آئے اور نگاہِ تاثیر اتحادی اُس پر کی جب حجرے سے باہر نکلے، تو خواجہ صاحب اور نانبائی کی صورت میں سرمو فرق نہ رہا تھا اور اُن کی آپس میں پہچان مشکل تھی، فرق صرف یہ تھا کہ خواجہ صاحب ہوشیار تھے اور نانبائی بے ہوش، القصہ نانبائی نے تین روز کے بعد اُسی سکر اور بے ہوشی کی حالت میں وفات پائی، دیکھو خدائے تعالیٰ نے اولیاء اللہ کو کس قدر تصرف کی طاقت عنایت فرمائی ہے کہ دوسرے کو اپنا ہم شکل ہم جسم اور ہم لباس بنا دیتے ہیں۔

مولوی اسماعیل صاحب کے پیر و مرشد کو حضرت غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ دونوں نے فیضِ قادری و نقشبندی بخشا اور اس سے ثابت ہوا کہ اولیاء اللہ کی قوتِ روحانی وفات کے بعد اور بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ ان بزرگوں نے کہاں سے کہاں تک اپنا فیض اپنی توجہ سے پہنچا دیا، مولوی اسماعیل صاحب مقتول دہلوی ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ مثل چیلہ خاص کے ہوتے ہیں تمام خلقت سے برگزیدہ خدا تعالیٰ کی سلطنت میں تصرف کرنے والے۔ ان کے لئے یہ کہنا درست اور جائز ہے۔ کہ عرش سے فرش تک ہماری سلطنت ہے، یعنی جیسے خدا کا ملک ہے ویسے ہی وہ ہمارا ملک ہے۔ اور نسبت مساوی ہے، نیز مولوی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ بزرگوار [illegible]

marfat.com
Marfat.com

رہے ہیں، نیز یہ بزرگ لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتے ہیں اور جو کچھ زمانۂ مستقبل میں ہونا ہوتا ہے وہ سب کچھ دیکھ لیتے ہیں، لوگوں کی مشکلات حل کرتے ہیں۔ اسی عبارت کی موجودگی میں دیوبندیوں کا تصرف و قدرت اولیا سے انکار محض جہالت اور ضد ہے جو حقیقت کے خلاف ہے۔ مؤلف عقائد اہلِ حدیث مُقر ہے کہ مؤمنین اہلِ برزخ و عالمِ شہادت برابر ہیں۔

عُلمائے اہلسنت کا عقیدۂ تصرف

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی مشکوٰۃ باب زیارت القبور میں اہلِ برزخ کا تصرف کی تنبیہ ثابت فرماتے ہیں۔ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی قدس سرہُ العزیز اپنی تفسیر مظہری میں تحتِ آیت وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يُعْطِيْ لِاَرْوَاحِهِمْ قُوَّةَ الْاَجْسَادِ فيذهبون من الارض والسماء والجنة حيث يشاءون وينصرون اولياءهم ويدمرون اعداءهم ان شاء الله تعالى الخ۔ (یعنی تحقیق اللہ تعالیٰ ان کے روحوں کو قوت جسمانی بخشتا ہے، پس وہ زمین آسمان جنت میں اور جہاں چاہیں جاتے ہیں اپنے دوستوں کی مدد فرماتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور ان کی زندگی ایسی زندگی ہے کہ ان کے جسموں اور کفنوں کو زمین نہیں کھاتی۔ علماء کی ایک جماعت اس طرف ہے کہ یہ زندگی شہداء سے خاص کی گئی ہے اور میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ خصوصیت صرف شہداء کی نہیں۔ بلکہ انبیاء علیہم السلام کی زندگی شہداء سے زیادہ قوی تر ہے اور ظاہر ہیں ان کے آثار اس کے مؤید ہیں۔ یہاں تک کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے ساتھ آپ کی وفات کے بعد نکاح جائز نہ ہوا۔ بخلاف شہداء اور صدیق کے۔ کیونکہ انبیاء درجہ میں شہداء سے برتر ہیں اور صالحین یعنی اولیاء اللہ برحق ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ کے اس قول سے مدلول ہے مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۔ اور اسی لئے صوفیاء کرام نے فرمایا، کہ ہماری روحیں جسم ہیں اور ہماری رُوحیں ہیں، اور بہت سے اولیاء اللہ سے متواتر خبر ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد فرماتے ہیں، اور اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں اور مخلوق کو حق تبارک و تعالیٰ کی طرف ہدایت فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا "کہ کمالاتِ اربابِ نبوت بالوراثت ہیں" اور میں کہتا ہوں کہ وہ حضرات صدیق اور صُلحاء ہیں۔

marfat.com
Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ایسا وجود عطا کیا جاتا ہے جو بعد موت بھی زندگی کا حامل ہو جس پہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے ان اجساد الانبیاء والشھداء وبعض الصلحاء لا یاکلھا الارض الخ یعنی انبیاء علیہم السلام شہداء اور بعض صالحین کے جسم کو زمین نہیں کھاتی کیونکہ زمین پہ خدا تعالیٰ نے انکا کھانا حرام کر دیا ہے۔ اور ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ شہداء کے مزارات شریفہ میں سے خوش الحانی کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کی آواز سنی گئی اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس راستہ سے نہر کھدوائی تو فرمایا کہ جس جس کے شہید یہاں مدفون ہیں، اٹھالیں، پھر جب ان شہداء کے جسم دیکھے گئے تو ویسے ہی زندوں کی طرح نظر آئے، جسم پہ انگشت رکھنے سے خون بدن ادھر اُدھر ہو جاتا اور کفن بھی ویسے ہی نئے معلوم ہوتے، جسموں سے کستوری کی خوشبو آتی تھی حالانکہ ان کی شہادت کو چھیالیس برس ہو گئے تھے۔ امام بغوی نے عبیدؓ بن عمیر سے روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ احد سے واپسی پر مصعبؓ بن عمیر کے مزار مقدس کے پاس سے گذرے پھر آپ وہاں ٹھہر گئے اور ان کے لئے دعا فرمائی اور آیت پڑھی من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ شہداء ہیں تم ان کے پاس آؤ، ان کی زیارت کرو اور انہیں سلام کرو مجھے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو کوئی انہیں سلام کرے گا وہ اس کا جواب دیں گے، قیامت تک ایسا ہی رہے گا اور ایک حدیث میں یہ الفاظ زائد ہیں۔ ثم قال لقد رأیتک بمکۃ وما بھا ارق حلۃ ولا احسن لمۃ منک یعنی میں نے تم کو مکہ میں دیکھا اور اس حالیکہ دروازہ اس کا شفاف اور مزین تھا اور نہیں دیکھا میں نے تجھ سے بہتر کانوں کے نیچے لٹکے ہوئے بالوں والا اور فی سبیل اللہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ لفظ جہاد یعنی لڑائی کرنا عام ہے اور اس میں وہ شخص بھی شامل ہے جو امور خیر میں سعی بلیغ کرتا ہوا فوت ہوا۔ اگرچہ لفظ قتل اس پہ عائد نہیں ہوتا، لیکن وہ دلالتاً اس میں داخل ہے بطریق اولیٰ یا بالمساوات یا بالقیاس، کیونکہ اپنے نفس کے ساتھ لڑائی کرنا جہاد اکبر ہے جو جہاد اصغر سے دشوار اور سخت تر کام ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جہاد اکبر کرنے والے اولیاء بھی مرتبے میں شہداء کے برابر ہیں اور اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتے

marfat.com
Marfat.com

ہیں، حاجت مندوں کی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرماتے ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ دہلوی کا نظریہ

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ، کے ترجمے میں فرماتے ہیں "

"و آنانکہ جائے دادند و تصرف کردند ایں بعضے ایشاں کارساز بعض اند"

اس سے ایک دوسرے کا کام بنانا، کارسازی کرنا، نصرت و مدد کرنا روا ثابت ہوا۔ طبرانی نے کبیر میں اور ابن منذر اور ابن عساکر نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ آپ دونوں شہزادوں (امام حسنؓ اور امام حسینؓ) کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور التجا کی کہ آپ انہیں کچھ عطا فرمادیں، آپ نے فرمایا کہ حسن رضی اللہ عنہ کے لئے تو میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے لئے جرأت وکرم یہ عطائیں ایسی تھیں جو بظاہر ہاتھ میں نظر تو نہیں آتیں، مگر فی الحقیقت انہیں ہوئیں اور آپؐ معطی ثابت ہوئے۔

حضورؐ کے اسماء گرامی میں تصرف

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعدد اسماء گرامی ہیں اور ہر اسم سے آپؐ کا کوئی نہ کوئی تصرف ہی ثابت ہوتا ہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مسند امام احمد میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ حضورؐ نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا نفع دیا۔ خدا کی قسم آپ کی حمایت کرتا اور آپؐ اور آپؐ کے لئے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا فرمایا وَجَدْتُهٗ فِیْ غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُهٗ اِلٰی ضَحْضَاحٍ یعنی میں نے اس کو سراپا آگ میں ڈوبا ہوا پایا تو اسے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کر دیا۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوزخ میں نظر فرمانا اور اس کی کما حقہ، مدد فرمانا، کتنا بڑا تصرف ہے، اور اسی مضمون کی حدیث بزاز و ابو یعلیٰ اور ابن عدی نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے۔

marfat.com
Marfat.com

حضورؐ کی دُعا سے قبریں روشن ہوگئیں ایک اور حدیث ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ یہ قبریں اپنے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہیں اور بے شک میں اپنی دعا سے روشن کر دیتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیلمہ کذاب کے ذکر میں فرمایا کہ خوش ہو اگر وہ نکلا اور میں تم میں تشریف فرما ہوا تو اللہ اور اس کا رسولؐ تمہارے لئے کافی ہے، حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں،

البشروا فایخرج وانا بین اظھرکم فاللہ کافیکم ورسولہ یہاں سخت ترین اعدا کے مقابلے میں اللہ اور رسُول کو کفایت۔ فرمانے والا بتایا گیا ہے،

ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام سے اپیل کی، کہ اپنے مال کا کچھ حصہ راہ حق میں دیں۔ جملہ صحابہ کرام اپنی اپنی استطاعت و ہمت کے مطابق کچھ مال لے آئے لیکن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر سے جو چھوٹی بڑی چیز لے آئے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ اہل خانہ کے لئے بھی کچھ چھوڑا یا نہیں، تو آپ نے جواباً عرض کیا، کہ خدا اور اس کے رسولؐ کو گھر چھوڑ آیا ہوں۔ علامہ اقبالؒ نے اس مضمون کو اپنے الفاظ میں یوں ادا کیا ہے۔

پروانے کو چراغ ہے بلبل کو پھول بس
صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسُولؐ بس

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا، کہ مجھے اپنے گھر والوں میں سب سے زیادہ عزیز وہ ہے جسے اللہ نے اور میں نے نعمت دی (رواہ ترمذی) اس میں آپ نے اپنی ذات کو منعم قرار دیا یہ حدیث مضمون میں اس آیت سے موافق ہے۔

انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ (انعام کیا اُس پہ اللہ تعالےٰ نے اور انعام کیا اس پر آپ نے)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جسے ہم نے کسی کام پر مقرر کیا پس ہم نے اسے رزق دیا (رواہ ابوداؤد) حاکم ایہ اس آیت کے مطابق ہے، کما قولہ تعالیٰ ان اغناھم اللہ و رسولہ من فضلہ نیز فرمایا اَللّٰھُمَّ اللہُ وَرَسُوْلُہٗ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں، بیشک تشریف لایا تمہارے پاس وہ رسولؐ جو ضعف و کاہلی سے پاک ہے تاکہ وہ

marfat.com
Marfat.com

غلاف چڑھے ہوئے دلوں کو زندہ کر دے اور اندھی آنکھوں کو کھول دے۔ بہرے کان کو شنوا کر دے اور ٹیڑھی زبانوں کو سیدھا کر دے حتیٰ کہ لوگ کہہ دیں کہ ایک خدا کے سوا کسی کی پرستش درست نہیں (رواہ داری) اس میں آپ کا سمیع البصیر حی اور ہادی ہونا ثابت ہے قرآن مجید میں ہے فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا۔

طبرانی معجم کبیر میں بہ سندِ حسن سیدنا جابر عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے۔ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَمَرَ الشَّمْسَ فَتَاَخَّرَتْ سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ یعنی سیدِ عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر تک چلنے سے باز رہے وہ ٹھہر گیا۔ نیز چاند کو انگلی کے اشارے سے دو ٹکڑے کر دیا۔ اس سے آپ کا آسمان پر بھی تصرف ثابت ہوتا ہے اور یہ کیوں نہ ہو جبکہ خدائے تعالیٰ جل شانہٗ آپ کو یوں خطاب کرتا ہے کلھم یطلبون رضائی و انا اطلب رضائک قرآن مجید میں ہے وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى نیز فرمایا فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا وغیرہ ذالک۔

حضرت موسیٰؑ بوڑھی عورت کو جنت دیتے ہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دریا کے عبور کرنے کا حکم ہوا تو آپ دریا کے کنارے پہنچے مگر سواری کے جانوروں کے منہ اللہ تعالیٰ نے پھیر دیئے کہ خود بخود لوٹ آئے۔ موسیٰؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی کہ ایسا کیوں ہوا' خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ تم یوسف علیہ السلام کی قبر کے پاس ہو ان کا جسدِ مبارک بھی ساتھ لے لو۔ موسیٰؑ کو قبر کا پتہ نہ تھا۔ اس لئے پوچھنے لگے۔ ایک بوڑھی عورت کو پتہ معلوم تھا لیکن وہ کہنے لگی لَا وَاللّٰهِ حَتّٰى تُعْطِيَنِيْ مَا اَسْئَلُكَ۔ یعنی خدا کی قسم میں نہ بتاؤں گی جب تک آپ مجھے جو کچھ میں مانگوں عطا نہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ ذَالِكَ لَكِ یعنی تیری عرض قبول ہوئی۔ پھر عورت نے کہا فَاِنِّیْ اسئلک عن اکون معک فی الدرجة التی تکون فیھا فی الجنة یعنی میں حضور سے سوال کرتی ہوں کہ جنت میں میں اس درجہ میں جاؤں جس میں آپ ہوں گے آپ نے فرمایا۔ جنت مانگ لے تیرے لئے یہی کافی ہے لیکن عورت پہلی بات پہ اصرار کرتی اور آپ بھی اس میں رد و بدل کی تکرار میں مصروف رہے کہ اتنے میں حکم الٰہی نازل ہوا۔ اعطھا

marfat.com
Marfat.com

ذٰلك فانه لن ينقصك شيئاً یعنی اسے وہی عطا کر دو، جو کچھ مانگتی ہے۔ اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں، اس پہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو جنت میں اپنی رفاقت عطا فرما دی، پھر اس نے یوسف علیہ السلام کی قبر بتا دی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس بوڑھی عورت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کارخانۂ الٰہی کا مختار تسلیم کر کے جنت میں اعلیٰ درجہ طلب کیا۔ اگر یہ شرک تھا تو آپ نے باوجود جلالت وہیبت کے اُسے کیوں نہ روکا۔ ایسا ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اعتقاد تھا لیکن افسوس کہ وہابیوں کا خیال ہے کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی صاحبزادی کو دوزخ سے نہیں بچا سکتے تو اوروں کو کیا بچا سکیں گے، یہ بہت بڑی گمراہی ہے، ان لوگوں کو قیامت کے دن شیطان بھی رُوکھا جواب دیگا اور یہ سر پہ ہاتھ رکھ کر چلائیں گے۔

ما ز یاراں چشم یاری داشتیم　　خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

جو کچھ مانگو دُونگا

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوازن کی غنیمتیں حنین میں تقسیم فرما رہے تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ نے مجھ سے کچھ وعدہ فرمایا تھا، ارشاد ہوا صدقت فاحتكم ما شئت یعنی تُو نے سچ کہا جو جی میں آئے مانگو..... عرض کی، اسی دنبے اور ان کو چرانے والا غلام عطا ہو، آپؐ نے ایسا ہی کیا اور فرمایا ولصاحبة موسیٰ التی دلته علی عظام یوسف كانت احزم منك حين حكمها موسیٰ فقالت حكمی ان تردنی شابة وادخل معك الجنة یعنی بیشک موسیٰؑ والی وہ صاحبہ جس نے انہیں یُوسفؑ کا تابوت بتایا تھا، تجھ سے زیادہ دانش مند تھی جبکہ اسے موسیٰؑ نے اختیار دیا تھا کہ جو چاہے مانگ لے۔ اس نے کہا میں قطعی طور پہ یہی مانگتی ہوں کہ آپ میری جوانی واپس فرما دیں، اور میں آپ کے ساتھ جنت میں جاؤں چنانچہ ویسا ہی ہوا، جیسا کہ وہ چاہتی تھی، حاکم نے کہا کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ اس حالت میں منکرین تصرف کی ناک کٹ گئی کیونکہ موسیٰؑ علیہ السلام نے اس عورت کی جوانی لوٹا دی۔

حضرت آدمؑ نے حضرت داؤدؑ کو اپنی عمر عطا کی

ایک طویل حدیث میں ترمذی اور حاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور

marfat.com
Marfat.com

ابو داؤد طیالسی و امام احمد و ابن سعد و طبرانی بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اپنی عمر سے چہل سال عمر عطا کی اور امام طحاوی کے آثار میں ہے، حدثنا ابن مرزوق حدثنا ازھر السمان عن ابن عون عن محمد قال قال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لنا رقاب الارض یعنی حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ زمین کے مالک ہم ہیں، نیز لکھا ہے، بعث النبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم الی عثمان یستعینہ فی جیش العسرۃ فبعث الیہ عثمان بعشرۃ الاف دینار الخ یعنی جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے غزوہ تبوک کے لئے لشکر کو تیاری کا حکم دیا تو اس وقت مسلمان تنگی اور عسرت کی حالت میں تھے لہٰذا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس باب میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استعانت فرمائی۔ حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار اشرفیاں حاضر کیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمان اللہ تعالیٰ تیری ظاہرا ور باطن سب خطائیں آج سب سے کہ قیامت تک جو کچھ کہ تجھ سے واقع ہوں، معاف فرمائیے، روایت کیا اس کو ابن عدی اور دارقطنی اور ابونعیم نے فضائل صحابہ میں حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہاں وہابی غیر خدا سے استعانت کو شرک تو نہیں سمجھیں گے اور اِیَّاکَ نَسْتَعِیْن کے بارے میں کیا کہیں گے، اسی طرح ایک مصری کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پناہ مانگنا اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت عمرؓ سے استغاثہ کرنا مذکور ہے اور علامہ ابن حاج اپنی کتاب مدخل جلد اوّل مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۲۹ میں وَلَقَدْ رَاٰی من اٰیات ربھم الکبریٰ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں، قال علماء نا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم راٰی صورۃ علیہ الصلوٰۃ والسلام فاذا ھو عروس المملکۃ فمن توسل بہ او استغاث بہ او طلب حوائجہ منہ فلا یرد ولا یخیب یعنی ہمارے علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو عروس مملکت کے لباس میں مشاہدہ فرمایا پس جو شخص آپ کے ساتھ توسل یا استغاثہ کرے گا، یا اپنی حوائج آپ سے طلب کریگا وہ بلاشبہ کامیاب ہوگا۔

marfat.com
Marfat.com

تصرفِ انبیاء پر منکرین کے اعتراضات اور اُن کے جوابات

آیت نمبرا۔ قل لا املک لنفسی نفعاً و لا ضراً الا ما شاء اللہ، یعنی تو کہہ دے کہ مَیں مالک نہیں، اپنی جان کے بھلے کا، اور نہ برائی کا، آیت مذکورہ میں نفی ملکِ حقیقی کی ہے، نہ کہ ملکِ مجازی کی، نیز آیت میں تخریز نفی ملکیت سے اثبات بحرفِ الاّ لفظ استثناء موجود ہے یعنی الّا ما شاء اللہ کیونکہ اگر نفی ملکِ مجازی کی ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام لا املک لنفسی و اخی نہ فرماتے یعنی اپنے نفس اور اپنے بھائی کی نفس کی ملکیت کا دعویٰ نہ کرتے، اس آیت کو نفی تصرف کے ثبوت میں پیش کرنا نری جہالت ہے۔

آیت نمبر۲۔ اِن الحکم الا اللہ یقص الحق وھو خیر الفاصلین۔

ہمارا بھی یہی ایمان ہے کہ حاکمِ حقیقی خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں، مگر حکّام مجازی سے انکار کرنا حاکمِ حقیقی کا انکار ہے، کیونکہ حاکمِ مجازی کا وجود اسی وقت متصور ہوتا ہے جبکہ حاکمِ حقیقی کا وجود کلیتہً ثابت ہو، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کائنات کے لئے خدائے تعالےٰ کے خلیفہ اعظم ہیں، اور دیگر خلفائے راشدین آپؐ کے خلفاء تھے، تو کیا آپ کو حاکم تسلیم نہ کیا جائے یا آپ کے حاکم تسلیم کرنے سے خدا تعالیٰ کے حکم کی نفی ہوتی ہے۔ حاشا و کلاّ ایسا ہرگز نہیں، یہ محض منکرین کا دجل اور فریب ہے، جو محض بداعتقادی کی بناء پہ ہے۔

آیت نمبر۳۔ لیس لک من الامر شیئٌ او یتوب علیھم او یعذبھم فانھم ظلمون،

آیت مذکورہ بھی اپنی حقیقت پر محمول ہے، ورنہ امرائے مجازی سے انکار لازم آئے گا، بقیہ مضمون قولہٗ تعالیٰ ھٰذا عطاءنا فامنن او امسک بغیر حساب کی تفسیر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مختار فی الامور ہونے کے باب میں آئے گا۔

آیت نمبر۴۔ ان یمسسک اللہ بضر فلا کاشف لہٗ الا ھو، وان یمسسک بخیر فھو علیٰ کلّ شیئٍ قدیر۔ ہمارا بھی ایمان ہے کہ حقیقی کاشف الضر بجز ذاتِ باری کے اور کوئی نہیں، ورنہ ہزارہا چیزیں ضرررساں اور نفع بخش موجود ہیں اور ہم ہر روز کہتے رہتے ہیں کہ ہمیں فلاں چیز یا فلاں آدمی سے نفع یا نقصان حاصل ہوا، اشخاص یا اشیاء کا نافع یا مضر

marfat.com
Marfat.com

ہونا امر الٰہی سے ہے، حقیقی طور پہ نفع و نقصان کی مالک وہی ذات باری تعالیٰ ہے جس کے ہاتھ میں سب طرح کی طاقتیں ہیں، اور منکرین مجازی نافع و مضر چیزوں کا انکار کر کے ذات حقیقی کا انکار کر رہے ہیں، کیونکہ جو آدمی سورج کو نہ مانے اور اس کی شعاعوں یا خاصیتوں مثلاً حرارت اور روشنی کا انکار کرے، وہ دراصل سورج کا ہی منکر ہے۔

آیت نمبر ۵۔ ومن یرد اللّٰہ فتنتہٗ فلن تملک لہٗ من اللّٰہ شیئاً۔

اس آیت میں بھی لا املک لنفسی نفعاً کی طرح ملک حقیقی کی نفی ہے۔ ملک مجازی کی نہیں۔

آیت نمبر ۶۔ ان تحرص علیٰ ھداھم فان اللّٰہ لا یھدی من یضل ومالھم من ناصرین۔ یعنی اگر آپ ان کی ہدایت پہ زیادہ حرص کریں پس اللہ تعالیٰ جسے گمراہ کرے، ہدایت نہیں کرتا، اور ان کے لیے کوئی مدد کنندہ نہیں ہے۔

آیت مذکورہ میں نفی ہدایت حقیقی کی ہے ورنہ حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رہنمائے امت اور ہادی ہونے میں کسے شبہ ہو سکتا ہے، قرآن مجید میں ہے، انک لاتھدی الی صراطٍ مستقیمٍ، پس اگر یہاں حقیقت و مجاز کے فرق کو مدِ نظر نہ رکھا جائے تو یومنون ببعض الکتٰب ویکفرون ببعض کا مصداق ہونا پڑے گا۔

آیت نمبر ۷۔ مالھم من دونہٖ من ولی ولا یشرک فی حکمہٖ احداً۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ان کا کوئی مددگار نہیں اور نہ ہی وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔ اس آیت میں کفار کا ذکر ہے کہ ان کا کوئی ولی یعنی مددگار نہیں۔ اور ولایت غیر اللہ مجازاً مسئلہ تصرف میں واضح ہو چکی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں کہ جس کا کوئی نہیں اس کا میں ولی ہوں۔

آیت نمبر ۸۔ قل انی لا املک لکم ضرًا ولا رشدًا۔ آپ کہدیں کہ میں تمہاری رشد و ضلالت کا مالک نہیں ہوں، اس آیت کا مطلب بھی وہی ہے جو ملک حقیقی و مجازی میں اوپر گذر چکا۔ جن آیات کے مصداق کفار اور ان کے بُت ہیں۔ ان کو اولیاء اللہ اور انبیاء پہ چسپاں کرنا۔ منکرین مکذبین کا ہی کام ہے۔ امام الوہابیہ مولوی اسماعیل مقتول دہلوی

marfat.com
Marfat.com

اپنی تالیف "تقویۃ الایمان" میں جس کی تصدیق مولوی رشید احمد گنگوہی نے کی ہے، لکھتے ہیں
"پھر خواہ یوں سمجھئے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ویسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے"۔ ۱۱۱
نظر بریں عبارت قرآن شریف نعوذ باللہ شرک سے بھرا پڑا ہے، وہابیوں کو ایسی شرک آموز کتاب سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ مولوی محمد لکھوی اور ان کے چیلے چانٹے بھی مولوی اسماعیل صاحب کی تقلید میں بیابانِ ضلالت وجہالت میں سرگرداں ہیں ان کا یہ قول کہ خدا تعالیٰ کے عطا کرنے سے انبیاء و اولیاء کے لئے قدرت وتصرف ثابت کرنا شرک ہے صریح آیاتِ قرآنی اور احادیث نبویہ کے خلاف ہے، وہ آیات و احادیث جن سے تصرف و قدرت باعطائے الٰہی ثابت ہے، اوپر مذکور ہو چکیں، ان کو پڑھیئے اور منکرین کے اعتقاد کا پول ملاحظہ کیجیئے۔
اب ہم منکرین پر اتمام حجت کے لئے مؤلف عقائد

مولوی وحید الزماں کی شہادت

اہل حدیث رئیس غیر مقلدین مولوی وحید الزمان کی کتاب ہدیۃ المہدی جلد اول سے کچھ عبارات نقل کرتے ہیں جو اس نے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی کی عبارات کا خلاصہ نقل کرتے ہوئے جواب میں لکھی ہے۔

اما لو فعل ھذہ الافعال بل اشد منھا کالسجدۃ والرکوع والطواف لا بطریق العبودیۃ لہ سے لے کر و نحو ھذا من الاسنادات کثیر فی الکلام اللہ ورسولہ تک تمام عبارت کا ماحصل یہ ہے۔ اگر کوئی ان افعال میں سے کوئی فعل کرے، بلکہ ان سے سخت افعال مثلاً سجدہ، رکوع اور طواف کا مرتکب موجوبہ طریق عبادت نہ ہوں، اور ماسوا اللہ کو فاعل مختار اور قادر بالاستقلال خیال نہ کرے بلکہ اس کا اعتقاد یہ ہے کہ اس چیز یا شخص کو عطائے الٰہی کے بغیر ذاتی اور مستقل طور پر کسی امر عظیم یا یسیر پر تصرف وقدرت حاصل نہیں، اور خدا کی طرف سے اس کو اس کام کے کرنے کا حکم ہوا ہے، اور اس کا یہ تصرف بھی منجانب الٰہی ہے۔
نیز یہ کہ خدا نے اس کام کے لینے کا ارادہ اس سے کیا ہے اور مرتکب کا قصد ان افعال سے شعائر الٰہیہ کی تعظیم وتحیت ہے، اور یہ تعظیم وتحیت خواہ خدا تعالیٰ کی اعلیٰ نشانیوں کے سے ہو یا عباد مقربین صالحین کے لئے، اس حالت میں مرتکب افعال کو شرک کا مجرم نہیں کہا جائے گا۔

marfat.com
Marfat.com

بوجہ اس نیت کے جو اس کے اور خدا کے درمیان ہے کیونکہ فرمان باری تعالیٰ ہے ومن یعظم شعائر اللّٰہ فانہا من تقوی القلوب ومن یعظم حرمات اللّٰہ فھو خیر لہ عند ربہ

اور کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سجدہ کیا تو آپ نے اسے تجدید ایمان کا حکم نہ فرمایا بلکہ آپ نے صرف نہی تک اختصار فرمایا اور ایک روایت میں وارد ہے کہ جنتی لوگ انہیں اپنے گھروں کو قائم رکھنے کے لئے سجدہ کرینگے (یعنی بطورِ شکرانہ نعمت) اس حدیث کو ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نکالا' ہم کعبہ کی تعظیم کرتے ہیں، حجر اسود کو چومتے ہیں صفا و مروہ کی تعظیم کرتے ہیں پھر ہم ان افعال کو شرک سمجھنے کی بجائے الٹا ثواب کی توقع رکھتے ہیں کیا تو نہیں دیکھتا، کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے احی الموتیٰ باذن اللّٰہ فرمایا' یعنی میں خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں، صفتِ احیاء کو جو صرف باری تعالیٰ سے مخصوص ہے، اپنی طرف منسوب فرمایا لیکن باوجود اسکے وہ شرک و کفر کے مرتکب نہیں ہوئے نیز خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا' لتخرج النّاس من الظلمٰت الی النور باذن ربّھم نیز فرمایا یخرجھم من الظلمٰت الی النور باذنہٖ یعنی تو آدمیوں کو ان کے رب کے اِذن سے اندھیرے سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔ اندھیرے سے روشنی کی طرف لے جانا بھی صرف خدا ہی کا وصف ہے لیکن یہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہو رہا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حکم ہوا۔ اَخرِج قومَکَ مِنَ الظُّلمٰتِ الی النور یعنی اپنی قوم کو اندھیرے سے روشنی کی طرف لے جا' اور خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرشتے نے مریم علیہا السلام کو کہا لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا یعنی (میں) اس لئے آیا ہوں (تاکہ تجھے پاکیزہ بیٹا بخش جاؤں۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ اولاد بخشنا صرف خدا تعالیٰ کا کام ہے مگر یہاں جبرائیل علیہ السلام اسے اپنی ذات کی طرف منسوب فرما رہے ہیں چونکہ ان کا کہنا اور بیٹا عطا کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اس لئے یہ کفر و شرک میں شامل نہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰھُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ مِنْ فَضْلِہٖ۔

پس صفت اغنا کو جو صرف اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے اُسے اللہ نے آنحضرت صلے اللہ

marfat.com
Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم سے بھی منسوب فرما دیا۔ ان نسبتوں کی طرح خدا اور اس کے رسول کے کلام میں اور بھی کئی نسبتیں ہیں یعنی قرآن و حدیث میں اس قسم کی کئی عبارتیں ہیں۔

فیصلہ آپ کریں عقائد اہل حدیث کے مؤلف نے قرآن و حدیث سے بعطائے الٰہی غیر اللہ کے لئے قدرت و تصرف ثابت ہونا تسلیم کیا۔ اہل سنت والجماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے لیکن وہ بھی غیر اللہ کے لئے قدرت و تصرف کو بالذات نہیں مانتے۔ بعطائے الٰہی ہی تسلیم کرتے ہیں۔ مقربان الٰہی کے کام ہمیشہ رضائے الٰہی کے تابع ہوتے ہیں اس لئے انہیں ایسا کہنے اور کرنے کی اجازت ہوتی ہے اور ہر وقت اذن لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے تو کشتی توڑتے وقت فرمایا اَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا یعنی میں نے ارادہ کیا کہ اس کشتی کو عیب دار کر دوں اس جگہ آپ نے اپنی ذات سے خدا کی صفت ارادت کو منسوب کر لیا' یہ کام اور اقوال محض مجازی طور پر دوسروں کی طرف منسوب ہوتے ہیں حقیقت میں ان کا تعلق ذات الٰہی سے ہی ہوتا ہے تقویۃ الایمان میں لکھا ہے کہ خدا کو ہی مان اور کسی کو نہیں اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ آیات قرآنی کو لکھ کر ان کے ضمن میں ایسے خانہ ساز فائدے لکھ دیئے۔ جنہیں قرآن مجید سے کچھ تعلق نہیں بلکہ خلاف ہیں۔ قرآن پاک میں ہے كل امن بالله وملٰئكته وكتبه ورسله نیز قولہ تعالیٰ یؤمنون بما انزل اليك وما انزل من قبلك وبالاٰخرة هم يوقنون۔ ارشاد باری تعالیٰ کے مطابق مسلمان اس کے علاوہ ملائکہ، کتب سماوی، انبیائے کرام اور روز قیامت کو بھی مانتے ہیں' اور یہ بات ان کے ایمان میں داخل ہے مگر وہابیوں کے خیال میں سوائے خدا دوسروں کو ماننا خبط ہے گویا ان کے زعم فاسد میں قرآن مجید میں شرک کی تعلیم ہے (نعوذ باللہ من ذالک) اچھا ہے، کہ انہوں نے اس کتاب کو چھوڑ دیا اور اس کی بجائے تقویۃ الایمان سے تمسک کر لیا۔ اسی طرح تخفیف کرتے کرتے کوئی دن آتا ہے کہ انہیں خدا کو بھی ماننے کی ضرورت نہ رہے گی۔ صراط مستقیم میں مرشد کے متعلق لکھا ہے۔

"ازاں جملہ شدت تعلق قلب است بمرشد خود استقلالاً یعنی نہ بہ آں ملاحظہ کہ ایں شخص ناودان فیض حضرت حق و واسطۂ ہدایت اوست بلکہ بحیثیت کہ متعلق ہماں مگردد، چنانکہ یکے از اکابر ایں طریق فرمودہ کہ اگر حق جل و علا در کسوت مرشد من تجلی فرماند مرا ایں

marfat.com
Marfat.com

مرا با د التفات در کار نیست" الخ۔

اس کا ترجمہ بھی غیر مقلد کا کیا ہوا نقل کیا جاتا ہے، منجملہ آثار حب عشقیہ کے اپنے مرشد کے ساتھ دل کا تعلق شدید ہو جاتا ہے یعنی نہ اس لحاظ سے کہ یہ شخص حضرت حق سبحانہ، وتعالےٰ کے فیض کا ذریعہ ہے اور اس کی ہدایت کا واسطہ ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ خود مرشد ہی سے عشق کا تعلق ہو جاتا ہے چنانچہ اس طریق کے بزرگوں میں سے ایک شخص کا مقولہ ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ میرے مرشد کی صورت کے سوا کسی اور لباس میں تجلی فرمائے، تو البتہ میں اس کی طرف بھی التفات تک نہ کروں گا یعنی مرشد کی حضوری میں التفات تک نہ کرنا کہاں اور انبیاء و اولیاء کو بھی نہ ماننا کہاں ؎ ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا — نیز اسی صراط مستقیم میں ہے کہ خدا تعالی کے محبوب چیلہ خاص کی مانند مالک کے ملک میں تصرف و اختیار رکھتے ہیں اور مثل ملائکہ بزرگوار کے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں کلام کا یہ تضاد اسماعیل دہلوی کے کلام میں ہی پایا جاتا ہے، خدا تعالےٰ کے کلام میں ایسا متصور نہیں نیز اس نے لکھا ہے کہ ہر طالب کے نفس کامل کو جذب رحمانی کی موجیں دریائے احدیت میں کھینچے جاتی ہیں۔ اس امر کے ثبوت میں اس نے آگ اور لوہے کی مثال بیان کی ہے جب طالب دریائے احدیت کی موجوں میں غوطہ زن ہوتا ہے تو صدائے "انا الحق" "لیس فی جبتی سوای اللہ" اس سے صادر ہوتی ہیں۔

اور یہ حدیث قدسی بھی اسی امر کی طرف اشارہ کر رہی ہے، سمعہ

ایک حدیثِ قدسی

اللہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ و یدہ الذی یبطش بہا و رجلہ التی یمشی بہا۔

ایک روایت میں اسی حال کی حکایت ہے وہ یوں ہے: خبردار اس معاملہ پر تعجب و انکار نہ کرنا کیونکہ جب وادیٔ مقدس کی آگ سے ندائے انی انا اللہ رب العلمین سرزد ہوئی۔ تو پھر اشرف الموجودات سے جو حضرت ذات سبحانہ، وتعالیٰ کا نمونہ ہے۔ انا الحق کی آواز آئے تو کوئی تعجب کا مقام نہیں اور عجیب عجیب خوارق کا صدور اور قوی تاثیرات کا ظہور دعاؤں کی قبولیت اور آفات و بلیات کا دفعیہ اسی تمام کے لوازمات میں سے ہے اور اسی معنی کی تصریح اس حدیث قدسی میں بھی موجود ہے۔

marfat.com
Marfat.com

لئن سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ ۔ یعنی اگر وہ بندہ مجھ سے کچھ مانگے تو میں ضرور اسے دونگا۔ اگر مجھ سے پناہ مانگے تو ضرور اسے پناہ دُوں گا' اور اسی کے لوازمات میں سے یہ بھی ہے۔ کہ صاحب حال کے دشمنوں پہ اور بداندیشوں پہ وبال و مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں چنانچہ حدیثِ قدسی میں ہے۔ من عادیٰ لی ولیًّا فقد اذنتہ بالحرب۔

کسی نبی یا ولی کو دُور و نزدیک سے بخطاب حاضر پکارنا

کسی نبی یا ولی کو دُور سے پکارنا جائز ہے' اہلِ سنّت والجماعت کے نزدیک یہ پکار انہیں مظاہرِ عون الٰہی سمجھنے کی صورت میں ہوگی' اگر بغرض عبادت کسی نبی یا ولی کو پکارا جائے' تو پکارنے والا مشرک ہو جائیگا' کیونکہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کی پرستش جائز نہیں' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔ لا تشرکوا بعدی پس عرب ملائکہ کی اور بتوں کی پرستش کرتے تھے' یا یہود و نصاریٰ حضرت عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے' اور ان کے متعلق غلط اعتقاد رکھتے تھے۔

دعار کا لفظ اپنی مختلف حالتوں میں کئی معنی میں مستعمل ہے' جہاں یہ لفظ بمعنی عبادت استعمال ہوا ہے وہاں خدا کی عبادت کے سوا کسی اور کی عبادت کو جائز سمجھنا شرک ہے' اور جہاں یہ لفظ پکارنے کے معنی میں آیا ہے' وہاں اس کا مفعول غیر اللہ بھی ہو' تو اس میں کوئی قباحت لازم نہیں آتی' ہم ذیل میں چند آیات نقل کرتے ہیں جن میں یہ لفظ پکارنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) یاایھا الذین آمنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم۔

اے وہ کوئی کہ ایمان لائے ہو تم قبول کرو تم خاص اللہ کے حکم کو اور پیغمبر کے حکم کو جس وقت بلاوے تم کو پیغمبر طرف اُس چیز کے کہ زندہ کرتی ہے تم کو یعنی علم دین کا' کہ سبب زندگی دل کی اس سے ہے' یا عقائد صحیح اور اعمال نیک کہ حیات ابدی کو پہچانتے ہیں بہشت میں یا جہاد ہے کہ سبب زندگی اور بقا کا ہے کہ نہ لڑیں تو دشمن غالب ہو کر ہلاک کرے (موضح القرآن)

(۲) قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا۔

marfat.com
Marfat.com

(کہا اس لڑکی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہ باپ میرا بلاتا ہے تجھ کو تاکہ بدلے دے تجھے عوض اس کے جو پانی پلایا تو نے ہماری دُنبیوں کو (موضح القرآن)

(۳) ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ الْأَرْضِ إِذَا أَنتُمْ تَخْرُجُونَ۔

(پس جس وقت بلائے تم کو اسرافیل ساتھ نفخۂ اخیر کے حق بلانے کا یعنی آواز دے کہ مردو باہر آؤ زمین سے اس وقت تم باہر آؤ قبروں اپنی سے اور وہ باہر آنا قبروں سے، اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے)۔

(۴) وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ

(اور پکارا ہم نے کہ اے ابراہیمؑ)۔

اسی قسم کی کئی آیات اور بھی قرآن مجید میں موجود ہیں، جن میں ندا اور دعا کے الفاظ پکارنا کے معنی میں آئے ہیں لیکن ان میں پکارنا کے معنی عبادت نہیں، ہاں جہاں مخاطب بُت ہوں وہاں یہ لفظ پرستش کے مفہوم میں ہوگا کیونکہ کفار بتوں کے پرستار ہوتے ہیں مگر کوئی مسلمان کسی نبی یا ولی کی عبادت نہیں کرتا، اور نہ بُت سازی اس کا وتیرہ ہے تو ایسی صورت میں خواہ مخواہ اس کی طرف یہ الزام تھوپنا ہے کہ تم بتوں کی پوجا کرتے ہو یہ الزام محض جہالت کی بنا پر ہے۔

ان آیات میں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ غیر اللہ کو پکارنا جبکہ پکارنے والے کا مقصد عبادت نہ ہو، ناجائز نہیں، ہم روزمرہ کے کاروبار میں باہمی امداد واستمداد کے لئے ایک دوسرے سے خطاب کرتے رہتے ہیں، اور یہ خطاب باوجود غیر اللہ کی طرف ہونے کے شرک انگیز نہیں سمجھا جاتا، تو کوئی وجہ نہیں کہ نبی اور ولی کو مخاطب کرنا شرک سمجھا جائے، درانحالیکہ ان کا تصرف و اعانت روحانی زندوں سے بھی بدرجہا زیادہ ثابت ہو۔ تصرف کے متعلق گذشتہ باب میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اسی کے متعلقہ مسائل میں آئندہ ابواب میں بھی بہ تفصیل بحث کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ یہاں صرف ہم خطاب کا جواب ہی کریں گے؟

قرآن مجید میں آپ کو متعدد مقامات پر مختلف القاب سے بصیغہ خطاب پکارنا ثابت ہے مثلاً "يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ، يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ، يَا أَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ، يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ وغیرہ

marfat.com
Marfat.com

ان آیات میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ مقدس سے بہ صیغۂ حاضر باری تعالیٰ نے خطاب کیا ہے، اور یہ خطاب قیامت تک قائم ہے۔ کروڑوں مسلمان جو قرآن مجید کی ہر روز تلاوت کرتے ہیں۔ ان الفاظ کو دہرا کر اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے ہیں اور کام و دہن کو پاک کرتے ہیں۔

اگر اس پکار سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پرستش کا ذرا بھی شائبہ ہوتا تو اس کی صاف تصریح کی جاتی، اور ممانعت فرمائی جاتی، مگر اللہ تعالیٰ نے اسی پر اکتفا نہیں فرمایا، بلکہ مومنین کو حکم دیا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عزت و عظمت سے پکارا کریں۔ عوام کی طرح آپ کا نام نہ لیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے، لا تجعلوا دعاءِ الرَّسُوْلِ کدعاءِ بعضکم بعضا۔

ابو لیث نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں لکھا ہے کہ اس آیت میں معلم الخیر کی توقیر کا بیان ہے اور یہ ممکن نہیں کہ معلم شر (شیطان) دنیا میں ابد تک موجود رہے لیکن معلم خیر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود کو فنا کی نذر تسلیم کر لیا جائے۔ کیا نبی نوعِ انسان کے ساتھ خدا تعالےٰ کی (نعوذ باللہ) یہ ناانصافی نہیں؟

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی ایسی نہیں جسے فنا کا ہاتھ ابدی نیند سلا دے، بلکہ آپ کی زندگی ایسی اکمل اور مکمل ہے کہ اس نے فنا کو بھی بحکم الٰہی زندگی بخش رکھی ہے۔

ایک حدیث میں جسے نسائی، ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روائیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمانا مذکور ہے۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی و بیہقی نے صحیح اور حاکم نے بہ شرط بخاری و مسلم صحیح کہا، امام حافظ الحدیث زکی الدین عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد و تنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلم و برقرار رکھا۔

آپ نے نابینا کو حکم دیا، کہ نماز پڑھنے کے بعد یوں دعا مانگے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ، یَامُحَمَّدُ اِنِّی اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِیَقْضِیَ لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ یعنی یا الٰہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں، بوسیلہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو نبی الرحمۃ ہیں، یا رسول اللہ میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ

marfat.com
Marfat.com

کرتا ہوں، تاکہ میری حاجت روائی ہو، الٰہی انہیں میرا شفیع بنا اور ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

اس حدیث مقدس میں ندا کے علاوہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استعانت والتجا کا ثبوت بھی ملتا ہے، حصن حصین شریف میں لِتَقْضِیَ لِی بصیغہ معروف بھی مذکور ہے۔ یعنی یارسول اللہ آپ میری حاجت روا فرمائیں ——— حضرت ملّا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری حرز ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں

" و فی نسخۃ بصیغۃ الفاعل ای لتقضیَ الحاجۃ لی والمعنی تکون سببًا لحصول حاجتی و وصول مرادی فالاسناد مجازی " ، اس دعا میں حیات و وفات قرب و بُعد یا غیب و حضور کا امتیاز نہیں کیونکہ منشاءِ تعلیم یہ نہ تھا کہ نماز پڑھ کر دعا کا ایک حصّہ تو خدائے عزّ و جل کے حضور میں عرض کرنا اور دوسرا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رُو برُو آکر، اور دُعا میں اخفا سُنّت ہے۔ پھر اس صورت میں غیب و حضور کا فرق بھی اُٹھ جاتا ہے۔

حضرت عثمان بن حنیف نے حضرت عثمان بن عفّان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک اور شخص کو بھی تعلیم فرمائی۔ معجم کبیر امام طبرانی میں یہ حدیث یوں ہے کہ ایک شخص حضرت امیرالمؤمنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے سلسلہ میں حاضر ہوا، لیکن آپ نے اس کی طرف التفات نہ فرمایا۔ اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے یہ واقعہ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا۔

نبیٔ رحمت وسیلہ میں

ایت المیضاۃ فتوضاء ثُمَّ ائتِ المسجدَ فصلِّ فیہِ رکعتین ثمّ قل اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اسئلکَ واتوجّہُ الیک نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ صلّی اللہ علیہ وسلّم نبی الرَّحمۃِ یا محمد انی اتوجہ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فیقضِیْ حَاجَتِیْ وَتَذْکُرُ حَاجَتَکَ ورح اِلَیَّ حتّٰی اَرُوحَ مَعَکَ یعنی وضو کی جگہ جا کر وضو کر، پھر مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر، پھر یوں دعا کر، کہ الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف اپنے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں، یارسول اللہ

marfat.com
Marfat.com

میں حضور کی وساطت سے اپنے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمایئے' اور اپنی حاجت کا ذکر کرو، شام کو پھر پاس آنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں' مرد حاجت مند نے ایسا ہی کیا' پھر امیرالمومنین کے دروازے پر پہنچا' دربان آیا' اور ہاتھ پکڑ کر جناب امیرالمومنین کے حضور لے گیا' امیرالمومنین نے اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور اس کی حاجت روائی فرمائی الخ اب یہ شخص امیرالمومنین سے رخصت ہو کر حضرت عثمان بن حنیف کے پاس آیا' اور کہا کہ خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ امیرالمومنین میری بات کی طرف غور نہیں فرماتے تھے آپ نے میری سفارش کی تو آپ نے التفات فرمایا۔ حضرت عثمان بن حنیف نے جواب میں کہا کہ خدا کی قسم میں نے تو تمہارے بارے امیرالمومنین سے کچھ بھی نہیں کہا، مگر یہ ہے کہ میں نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو دیکھا' کہ آپ کی خدمتِ اقدس میں ایک نابینا آیا' اور اپنی نابینائی کی شکایت کی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ مقام وضو پر جا کر وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کر اور یہ پڑھ۔ حضرتِ عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم کہ ہم اُٹھنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ اندھا بینا ہو کر آیا' گویا اس کو کوئی عارضہ لاحق ہی نہ تھا' امام طبرانی اس حدیث کی متعدد اسناد نقل کر کے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

مسئلہ استمداد میں ایک حدیث گزر چکی ہے۔ مقام کی مناسبت کے لحاظ سے ہم اُسے یہاں بھی نقل کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرماتے ہیں، وَاِذَا اَضَلَّ اَحَدُکُمْ شَیْئًا وَّ اَرَادَ عَوْنًا وَّھُوَ بِاَرْضٍ لَیْسَ بِھَا اَنِیْسٌ فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ اَعِیْنُوْنِیْ فَاِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَّا یَرَاھُمْ یعنی جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ مدد چاہے مگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اسے کہنا چاہیئے کہ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جن کو یہ نہیں دیکھتا' وہ اس کی مدد کریں گے۔

روضۂ اطہر پر حاضری کے وقت دُعا

عالمگیری کتاب الحج وآداب زیارت قبر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ضمن میں ہے ثُمَّ یَقُوْلُ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ یعنی زائر آپ

marfat.com
Marfat.com

سے مخاطب ہو کر یہ کہے کہ اے نبی اللہ آپ پر سلام ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

پھر اُدھر سے فارغ ہو کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یوں خطاب کرے،

السَّلَامُ عَلَيْكَ یا خلیفۃ رسول اللہ، السّلام علیک یا صاحب رسول اللہ فی الغار (سلام ہو آپ پر اے رسولِ خدا کے جانشین۔ سلام ہو آپ پر اے غارِ (ثور) میں رسول اللہ کے ساتھی۔

پھر کہے السّلام علیک یا امیر المؤمنین، السّلام علیک یا مظھر الاسلام۔ السّلام علیک یا مکسر الاصنام یعنی سلام ہو آپ پر اے امیر المومنین (حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ) سلام ہو آپ پر اے اسلام کے ظاہر کرنے والے۔ سلام ہو آپ پر اے بتوں کے توڑنے والے۔

حضرت امامِ اعظمؒ کی التجا

حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا شعر ہے۔

یا سید السادات جئتک قاصداً ارجوا رضاک واحتمی بحماک

یعنی اے سرداروں کے سردار میں دلی ارادت سے آپ کے حضور میں آیا، اور آپ کی رضا کا متوقع ہوں اور اپنے آپ کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

قصیدہ بُردہ شریف میں ہے۔

یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہ سواک عند حلول الحادث العمم

حضرت امام زین العابدینؒ کی فریاد

[illegible] العلمین ادرک الذین العابدین محبوس ایدی الظلمین فی موکب المزدحم

(یا رحمۃ للعلمین زین العابدین کی امداد کو پہنچو، کیونکہ وہ دشمنوں، ظالموں کے ہاتھوں میں قید ہے)

حافظ عبد الحلیم صاحب قدس سرہٗ العزیز اپنی تصنیف وسائل البرکات میں ارقام فرماتے

marfat.com
Marfat.com

السّلام علیک منی والصلوٰۃ یا رسول — لیس لی حسن العمل کیف النجاۃ رسول

ما اقوال کیف حالی حیث لا یخفی علیک — انت تعلم ما مضی وما سیاتی یا رسول

انت موج اول الامواج فی بحر القدم — لیس ممکن کا ئنات یا رسول

انت خیر الخلق خیر الانبیاء خیر الرسل — مصدر الخیرات محمود الصفات یا رسول

انت جواد کریم نحن قوم السائلن — من نصاب الفضل شیئاً فی الذکوٰۃ یا رسول

ان فی ہجرک عذاباً فی عذاب لا یطاق — ان فی وصلک حیاتاً فی حیاۃ یا رسول

انت کنزاً مخفیا فی کنت کنزاً مخفیاً — اختفار النخل فی عین النواۃ یا رسول

سلم اللہ علی روحک وصلی دائماً — کل ساعات النہار واللیالی یا رسول

(یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ پر میری طرف سے صلوٰۃ وسلام ہو، میرے پاس نجات کی کیا صورت ہے جبکہ میرے پاس کوئی نیک عمل نہیں، میں کیا عرض کروں کہ میرا حال کیسا ہے جبکہ آپ پہ مخفی نہیں۔ آپ ماضی ومستقبل کے واقعات سے آگاہ ہیں آپ بحر قدم کی موجوں میں سے پہلی موج ہیں۔ آپ کی نظیر کائنات میں ممکن نہیں۔ آپ جملہ مخلوقات انبیاء اور رسل سے افضل ہیں۔ آپ مصدر خیرات ہیں اور صفات محمود سے متصف ہیں۔ آپ جواد ہیں کریم ہیں اور ہم سب سائل ہیں، اپنے متاع فضل وکرم سے ہمیں بھی کچھ عنایت کریں۔ آپ کے ہجر وفراق کے صدمات ناقابل برداشت ہیں اور آپ کے وصل میں حیات در حیات ہے آپ کنت کنزاً مخفیاً میں سے ایک خزانہ ہیں جس طرح کہ کھجور کا درخت اپنی گٹھلی میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکی روح اقدس پہ ہر وقت صلوٰۃ وسلام بھیجے اور دن رات کی تمام ساعات میں اپنی خاص برکات نازل کرے۔)

بعد از وفات امداد

گذشتہ احادیث اور اکابر امت کے مندرجہ بالا اشعار سے ندا بعد الممات بھی ثابت ہوگئی۔ انبیاء علیہم السلام کی زندگی اولیاء وشہداء سے زیادہ اکمل ہے اس لئے وہ دوستوں کی امداد اور دشمنوں کی ہلاکت پہ بہ حکم الٰہی قدرت رکھتے ہیں اور بعد وفات وہ امداد پہ اس سے بھی زیادہ قادر ہیں جیسا کہ وہ ظاہر زندگی کی حالت میں تھے۔ زندگی بعد الوفات سے وہ زندگی عبارت ہے جس کے باعث عالم ممکنات میں

marfat.com
Marfat.com

آدمی کی قوت متصرفہ بدرجہا زیادہ ہو جاتی ہے۔ صرف ارواح کا زندہ رہنا مراد نہیں کیونکہ یہ رتبہ تو کفار کو بھی حاصل ہے۔ کما قال اللہ تعالٰی النار یعرضون علیہا غدوا وعشیا ویوم تقوم الساعۃ ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔ (آگ ہے جو دکھاتی جاتی ہے فرعون کی قوم کو صبح وشام کے وقت ہمیشہ، اور جب قیامت قائم ہو گی تو فرشتے کہیں گے، کہ ان کو خدا تعالٰی کے حکم سے کہ اندر جاؤ فرعون کے لوگو بہت بڑے عذاب میں یعنی اب تک تو تھوڑا عذاب تھا تم ہر کر دیکھتے تھے آگ کو، اب بڑا عذاب ہے کہ آگ کے اندر جاؤ گے، اور ہمیشہ اس میں رہو گے (موضح القرآن)

یہاں آل فرعون کی ارواح کا زندہ ہونا اور آگ کا مشاہدہ کرنا صاف ثابت ہے اور مؤمنین کاملین کے متعلق صاف ارشاد ہے بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ ان دلائل کی موجودگی میں اللہ تعالٰی کے خاص بندوں کو محض جمادات کی طرح بے حس وحرکت اور بے مصرف سمجھنا نادانی ہے، نیز جن، شیطان، بھوت اور پری وغیرہ کو انبیاء واولیاء کی سلک میں پرونا سخت بے ایمانی ہے، ان سے پرہیز واجب اور بزرگان حق کی تعظیم وتوقیر لازمی ہے

منکرین کے اعتراضات اور انکے جوابات

(۱) وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غٰفِلُوْنَ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ۔ (اور کون ہے گمراہ زیادہ اس سے جو پوجے سوائے خدائے تعالٰی کے اس چیز کو جو قبول نہ کرے، ان کے پوجنے کو قیامت تک، یعنی اگر قیامت تک ان کی پوجا کریں، تو وہ ہرگز جواب نہ دیں، اور بت ان کے پوجنے سے بے خبر ہیں اور نہیں سنتے ان کے پکارنے کو ہرگز، اور جس وقت قبروں سے اٹھ کر اکٹھے ہوں گے سب لوگ قیامت کے دن، بت ان کے دشمن ہوں گے، اور ان کے پوجنے کے منکر ہوں گے۔ کہیں گے بت کہ تم ہمیں نہیں پوجتے تھے، بلکہ تم نے اپنے جی کی خوشی کی تھی۔ (موضح القرآن)

آیت مذکورہ میں لفظ یَدْعُوْا بمعنے عبادت استعمال ہوا ہے جس کا فاعل کفار اور مشرکین ہیں جن آیات کے مصداق کفار اور بت ہیں، ان کے انبیاء کرام اور اولیائے کرام پر چسپاں کرنا

marfat.com
Marfat.com

گمراہی کی دلیل ہے اور ایسی غلط فہمی پھیلانا فسادِ نیّت کا ثبوت ہے۔ جب کفار اور بتوں کا ذکر نہ کیا جائے، تو عوام یہی سمجھیں گے کہ انبیاء و اولیا کو پکارنا بھی شرک ہے، اِس آیت کے فقرہ آخر کَانُوْا بِعِبَادَتِہِمْ کَافِرِیْن پر غور کرو کیا یہ منکرین کے مقصد کے خلاف شہادت نہیں یعنی وہ بُت، کفار کی عبادت کا انکار کریں گے کہاں بتوں کے پجاری، ملائکہ کے پرستار حضرت عزیر و عیسیٰ علیہما السلام کو خدا کا بیٹا کہنے والے مشرک اور کہاں فرطِ محبت سے اَلصّلوٰۃ والسّلام علیک یا رسول اللہ کہنے والے مومنِ کامل اگر خدا تعالیٰ بصیرت عطا فرمائے۔ تو ان باتوں میں امتیاز کرنا چاہیئے

ہمارا عقیدہ

ہمارا عقیدہ ہے کہ اگر کسی نبی یا ولی کو پکارا جائے اور پکارنے سے غرض عبادت ہو تو یہ شرک ہے، مگر ساتھ ہی یہ بات بھی یاد رکھنی ضروری ہے، کہ کوئی مسلمان انہیں بغرضِ عبادت نہیں پکارتا، نہ ایسے شرک کا ارتکاب کرتا ہے

(۲) قال ھل یسمعونکم اذ تدعون او ینفعونکم او یضرون، کہا حضرت ابراہیمؑ نے کیا وہ بُت سنتے ہیں تمہارا بلانا جب تم انہیں پکارتے ہو، یا تمہیں کوئی فائدہ پہنچاتے ہیں، جو تم پوجتے ہو انہیں، یعنی کچھ بخشش یا انعام کرتے ہیں تم پر یا کسی طرح سے نقصان کرتے ہیں، تمہارا اگر تم ان کا پوجنا چھوڑ دو۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے یہ باتیں پُوچھیں تو حیران ہوئے (موضح القرآن)۔

یہاں بھی کفار اور بتوں کا وہی قصہ ہے جس کے متعلق اوپر عرض کیا جا چکا ہے۔

(۳) اِنَّ الَّذِیْنَ تدعون من دُون اللہِ عبادٌ امثالکم فدعولھم فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لکم اِنْ کنتم صٰدِقِیْن۔ (تحقیق جن بتوں کو کہ بندگی کرتے ہو تم سوائے اللہ کے بندے ہیں تابعدار مانند تمہاری، پس دعا رمانگو تم ان سے پس چاہیئے کہ قبول کریں وہ دعا تمہاری کو اگر ہو تم سچ بولنے والے کہ وہ خدا ہیں، اور چاہیئے کہ خدا بندے کی دُعا قبول کرے، یہاں تَدْعُوْنَ بہ معنی عبادت مستعمل ہُوا ہے، اور عبادت کے ہم بھی مقر نہیں۔

(۴) وَالَّذِیْنَ تدعون من دونہٖ لَا یستطیعون نصرکم ولا انفسھم ینصرون۔ (اور جن بتوں کو کہ بندگی کرتے ہو تم سوائے اللہ کے نہیں طاقت رکھتے ہیں تمہاری یاری کرنے کی، اور نہ ذاتوں اپنی کی یاری کرتے ہیں، وہ جب کوئی توڑے یا انہیں پامال کرے۔

marfat.com
Marfat.com

(۵) ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک فان فعلت فانک اذا من الظّٰلمین۔ (اور نہ پکار سوائے اللہ تعالیٰ کے اس شئی کو جس کا پکارنا تجھے نفع نہ دے اور نہ کچھ ضرر دے، جو اس کو تو نہ پکارے، سو اگر تو نے ایسا کیا یعنی اس چیز کو جو نفع نہ دے پکارا تو اس وقت ظالموں سے ہوگا، اس لئے کہ اس کو پکاریگا جس کو نہ پکارنا چاہیئے۔

آیت نمبر ۴-۵ سے غیر خدا کو خدا سمجھ کر پکارنے کی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ یہ غیر خدا کی عبادت ہے۔ نبی کو نبی، ولی کو ولی سمجھ کر پکارنا درانحالیکہ انہیں خدا تعالیٰ کی صفات سے متصف بالذات نہ تسلیم کیا جائے، کسی طرح ممنوع نہیں، اگر خدا کے سوا پکارا جائے جبکہ پکار سے غرض عبادت نہ ہو تو کوئی نقص نہیں ورنہ زندوں اور نزدیک کے آدمیوں کو پکارنا بھی شرک ہوگا، اور اپنے ماں، باپ، بھائی، بہن، دوست، آشنا وغیرہ کو پکارنے میں بھی شرک کا امکان ہوگا۔

(۶) اِنَّ الَّذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابًا ولو اجتمعوا لہٗ وان یسلبھم الذباب شیئًا لا یستنقذوہ منہ ضعف الطالب والمطلوب۔

(بیشک وہ لوگ جو پکارتے ہیں اور یاد کرتے ہیں یعنی پوجتے ہیں، سوائے خدائے تعالیٰ کے بتوں کو، وہ بت بنا نہیں سکتے، اور پیدا کر نہیں سکتے، ایک مکھی کو بھی اگرچہ اس کام کے لئے سب بت اکٹھے ہوں تب بھی نہ کر سکیں، اور اگر مکھی بتوں سے کچھ لے جائے تو بت مکھی سے نہ لے سکیں سکتے ہیں۔ کافر شہد اور سرکہ بتوں کو لگا کر مکانوں کو خالی چھوڑ کر سب چلے جاتے ہیں۔ مکھیاں اسے کھاتیں۔ تو کہتے کہ ہمارے خداوں نے کھایا، اور خوش ہوتے خدا تعالیٰ اس امر کے بارے میں فرماتا ہے کہ بتوں کو اتنی قدرت حاصل نہیں، کہ وہ مکھیوں کو دور کر سکیں۔ (موضح القرآن)

غور کرنے کا مقام ہے کہ بتوں کی اس بے بسی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر عاید کیا جا سکتا ہے۔ کہاں بتوں کی پرستش اور کہاں رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو پکارنا جس سے غرض عبادت نہیں،

ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

marfat.com
Marfat.com

(۷) اَفَحَسِبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اَنْ یَّتَّخِذُوْا عِبَادِیْ مِنْ دُوْنِیْ اَوْلِیَاءَ اِنَّا اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْکٰفِرِیْنَ ۔ (کیا سمجھتے ہیں کافر جو پکڑیں گے قیامت کے دن میرے بندوں کو سوائے میرے دوست اپنا یعنی یہ کافر جو مجھے چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور عزیر علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں۔ اس واسطے کہ سمجھتے ہیں کہ قیامت میں وہ عذاب خدا سے چھڑا لیں گے۔ یہ غلط سمجھتے ہیں، وہ ہرگز چھڑا نہیں سکیں گے۔ بے شک ہم نے تیار کیا ہے، دوزخ کافروں کے واسطے پہلے سے مہمانی۔

(۸) وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ۔ اور سب مسجدیں خدا تعالیٰ کی ہیں، پھر مت پکارو یعنی مت یاد کرو ساتھ خدا تعالیٰ کے کسی ایک کو بھی یعنی اللہ تعالیٰ کا شریک کسی کو نہ کرو، جیسے یہودی عزیر علیہ السلام کو نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں اور بیٹا باپ کے مال ملک کا وارث اور شریک ہوتا ہے (موضح القرآن)

منکرین نے یہ آیات بطور حجت فی غیر محلہ استعمال کی ہیں مسلمان جب کسی نبی یا ولی کو پکارتے ہیں تو نہ ان کی اس طرح پرستش کرتے ہیں جس طرح کفار بتوں کی، نہ انہیں یہود و نصاریٰ کی طرح خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں، بلکہ وہ انہیں خدا کے مکرم بندے سمجھتے ہیں اگر ان سے طلب امداد کرتے ہیں تو محض اس خیال سے کہ مدد کرنے کی طاقت خدا تعالیٰ نے ہی انہیں دی ہوئی ہے اور اصل توفیق دینے والا وہی ہے جس طرح خدا تعالیٰ نے مختلف اشیاء کے مختلف خواص بنائے ہیں، اسی طرح بزرگان دین کا خاصہ ہے کہ وہ بحکم الٰہی اپنے معتقدین کی جائز امداد کریں، ان کے بارے میں اگر کسی کا اعتقاد تجاوز کی حدود طے کرکے افراط یا تفریط کی طرف مائل ہو جائے تو بزرگان دین اس سے بالکل بری ہیں۔

(۹) فَاذْکُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو کھڑے، بیٹھے اور کروٹوں پہ یاد کیا کرو، اس سے ذکر غیر اللہ شرک ثابت ہوتا ہے۔

اس آیت سے غیر اللہ کا ذکر شرک سمجھنا منکرین کی سینہ زوری ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام کا ذکر بالواسطہ خدا کا ہی ذکر ہے۔ قرآن مجید میں ہے مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ کلمہ طیبہ، نماز، حج، اذان، خطبہ و دیگر عبادات آپ کے ذکر کے بغیر نامکمل ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے، اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ

marfat.com
Marfat.com

وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ یہاں مومنین کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود شریف پڑھنے کا حکم ہے تو کیا یہ ذکر اور یہ آیت آیت مندرجہ عنوان کے معارض ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ منکرین نے قصور فہم سے آیت کا اصل مفہوم سمجھا ہی نہیں، کیونکہ اس آیت میں فَاذْکُرُوْا وجوب کے لئے نہیں، جواز کے لئے ہے یعنی کھڑے بیٹھے اور لیٹے خدا کا ذکر کرنے کی اجازت ہے، ممانعت نہیں، نہ نماز کی طرح ذکر میں خاص پابندیاں اور قیود ہیں۔

قرآن مجید میں متعدد پیغمبروں کے ذکر کے علاوہ کفار کا حال بھی بیان ہوا ہے تو کیا ان آیات کا پڑھنا ممنوع قرار دیا جائے گا کیونکہ ان میں غیر اللہ کا ذکر ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں التحیات میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، پڑھنا سکھایا لیکن آپ کی وفات کے بعد ہم نے السلام علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہنا شروع کر دیا جس سے ثابت ہوا کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کو خطاب کرنا درست نہیں۔

جواب: مقام غور ہے کہ آج اس حدیث پر عمل ہو رہا ہے یا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے طریقے پر اگرچہ بعض صحابہ نے اپنے اجتہاد سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بتائے ہوئے طریق کو بدلا، لیکن حدیث مرفوع کے مقابلے میں اس کی کیا اہمیت ہے اور جو صحابہ آپ کی زندگی میں آپ سے دور تھے، وہ بھی السلام علیک ہی کہتے تھے، کیا ان کے لئے ندائے غائب جائز تھی، نیز حاضر صحابہ بھی یہ کلمہ بالجہر تو نہیں کہتے تھے بلکہ دل میں ہی کہتے تھے۔ ایسی حالت میں حضور وغیب کا اعتبار ہی نہیں رہتا، نیز تمام آئمہ مجتہدین نے السلام علیک والی التحیات کو ہی اختیار فرمایا اور اسے بدلنے کا حکم نہ دیا پس اگر نماز میں السلام علیک یا ایہا النبی کہنا شرک نہیں، تو بعد نماز کیوں شرک ہوگا، اور نماز میں اس خطاب کو بحال رکھنا ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ اس میں مطلق کسی قسم کی قباحت نہیں ہے بلکہ یوں کہنا ثواب ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے مطابق ہے۔

خدا نے انبیاء کرام اور اولیائے عظام کی ارواح میں یہ وصف رکھا ہوا ہے کہ وہ دور

marfat.com
Marfat.com

سے کسی کی پکار کو سن لیں اور اس کی مناسب مدد کریں، ارواح کی یہ قدرت ذاتی نہیں بلکہ وہبی ہے معلوم نہیں کہ منکرین کو اس اعتقاد میں کونسی قباحت معلوم ہوتی ہے جبکہ ارواح قید اجسام سے آزاد ہوتی ہیں اور ان کی قوت سمع و بصر پہلے کی نسبت بدرجہا بڑھ چکی ہوتی ہے آج ریڈیو اور تار برقی کے ذریعے ہزاروں میل دور سمندر پار کی باتیں سن لیتے ہیں اور اس کی واقعیت کے متعلق ذرا بھی شک نہیں کرتے تو پھر قوت نبوت اور خدا کی قدرت میں شک کرنے کی کیا وجہ ہے۔

اب ہم رئیس غیر مقلدین مولوی وحید الزمان کی کتاب ہدیۃ المہدی میں سے کچھ اقتباسات نقل کرتے ہیں، وہ اس میں عقائد اہل حدیث بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔ الدعا الشرعی عبادۃ کالصلوٰۃ فلا یجوز من غیر اللہ وھی المراد فی الآیات التی ورد فیہا لفظ الدعا اللغوی بمعنی النداء فتجوز لغیر اللہ مطلقاً سواءً کان حیاً او میتاً ' دعائے شرعی عبادت کے معنی میں ہے جیسا کہ نماز پس وہ غیر خدا کے لئے جائز نہیں' اور ان آیات میں جن میں یہ لفظ وارد ہوا' یہی معنی مراد ہیں۔ مگر دعائے لغوی ندا (پکارنا یا بلانا) کے معنی میں ہے اور یہ غیر اللہ کے لئے مطلقاً جائز ہے اور یہ جواز زندہ اور مردہ دونوں کے لئے یکساں ہے۔

نوٹ۔ مؤلف ہدیۃ المہدی کا یہ قول کہ جن آیات میں دعا کا لفظ وارد ہوا ہے۔ عبادت کے معنی میں ہے کئی آیات کے خلاف ہے۔ منجملہ ان آیات کے ایک آیت یہ ہے۔ لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُم بَعْضًا۔ اگر مؤلف کے حسب منشا یہاں معنی عبادت ہی لئے جائیں تو مفہوم میں کس قدر خرابی لازم آتی ہے، یہ امر اہل عقل پہ الم نشرح ہے۔ یعنی آیت کا مطلب یہ نکلے گا' کہ جس طرح تم آپس میں ایک دوسرے کی عبادت کرتے ہو اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عبادت نہ کرو' اور یہ بالکل صحیح عندیہ کے خلاف ہے پس دعا بمعنے پکارنا بھی وارد ہوا ہے۔

اسی کتاب میں لکھتا ہے۔ وثبت فی حدیث الاعمی یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی وفی حدیث اخر یا عباد اللہ اعینونی وقال ابن عمر حین ذل قدمہ وامحمداہ ولما دعا ملک الروم الشہداء فی تنصرانیہ قالوا یا محمداہ رواہ ابن جوزی من صحابنا وقال اولیس القرنی بعد وفات عمر یا عمراہ یا عمراہ یا عمراہ رواہ ھرم بن حیان و قال السید فی بعض توالیفہ ؎

قبلہ دیں مددے کعبہ ایماں مددے ابن قیم مددے قاضی شوکاں مددے

marfat.com
Marfat.com

اور حدیث اعمیٰ میں لفظ ندا یا محمد ثابت ہو چکا ہے یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور دوسری حدیث میں بھی یعنے اے خدا تعالیٰ کے بندو میری مدد کرو۔ ندا ثابت ہو گئی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پاؤں پھسلا تو انہوں نے فرمایا' یا محمداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جس وقت بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو نصرانیت کی طرف بلایا تو انہوں نے یا محمداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا' روایت کیا اس کو ابن جوزی نے ہمارے دوستوں سے اور حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت کی وفات کے بعد کہا' یا عمراہ یا عمراہ' یا عمراہ' روایت کیا اس کو ہرم بن حیان نے' اور سید انواب حسن صدیق بھوپالی) نے رسالہ نفخ الطیب) میں کہا' کہ اے قبلۂ دین اور کعبۂ ایمان مدد کیجیے' اے ابن قیم اور قاضی شوکانی مدد کیجیے''۔

آگے لکھتا ہے مجرد الندا لا نحکم بشرکھم کیف وقد نادی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتلی بدر یا فلان بن فلان یا فلان بن فلان وورد فی حدیث عثمان بن حنیف یا محمد انی اتوجہ بك الی ربی صححہ البیہقی والجزری وقال الترمذی حدیث حسن صحیح وفی روایۃ یا رسول اللہ انی توجہت بك الی ربی وورد فی الحدیث یا عباد اللہ اَعِیْنُوْنِیْ'' (پس مجرد ندا یعنی پکارنے سے ہم شرک کا حکم نہیں کرتے اور یہ ہو بھی کیونکر سکتا ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقتولین بدر فلاں ابن فلاں (ان کے نام لے لے کر) کہہ کر پکارا' اور عثمان بن حنیف کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ اس کو بیہقی اور جزری نے صحیح کہا' اور ترمذی نے اس حدیث کو حسن اور صحیح کہا' اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے وسیلہ سے اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ اے خدا تعالیٰ کے بندو میری مدد کرو۔

اور صفحہ ۲۵ میں لکھتا ہے۔ اما لو ظن احدٌ بان سماع النبی او سماع علی او سماع احد من الاولیاء او سمع من سماع عامۃ الناس بحیث یشمل سائر اقطار الاقلیم او سائر اقطار الارض فہذا لا یکون شرکاً للہ تعالیٰ قد اعطی بعض الملئکۃ بل بعض

marfat.com
Marfat.com

الحیوانات سمعًا و بصرًا قوی واوسع من سمع العامۃ وبصرھم روی الدیلمی فی مسند الفردوس و ابو یعلیٰ مرفوعًا فان اللّٰہ وکل ملکا عند قبری فاذا صلّ علیّ رجل من امتی قال الملک یا محمد ان فلان ابن فلان صلی اللّٰہ علیک الساعۃ ،

اور اگر کسی نے ظن کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کسی ولی کی قوتِ سماعت عوام کی قوتِ سماعت سے زیادہ اور وسیع ہے۔ بحیثیت کہ وہ تمام اطراف ولایت کو شامل ہے تو یہ شرک نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض فرشتوں بلکہ بعض حیوانات کو سمع و بصر کی طاقت عوام کی بہ نسبت قوی اور وسیع تر عطا کی ہے۔ دیلمی نے مسندِ فردوس میں ابو یعلیٰ سے یہ مرفوع حدیث بیان کی ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے میرے روضے کے پاس ایک فرشتہ موکل کیا ہے جب میری امت میں سے کوئی شخص کسی وقت مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ کہتا ہے کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں ابن فلاں نے اس وقت آپ پر درود پڑھا، باقی احادیث سماعِ موتیٰ کے باب میں بیان ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

کلمہ شیئاً للہ کے متعلق منکرین فقہاء سے اس کا شرک ہونا پیش کرتے ہیں مگر فقہا اس کلمہ کے قائل کے کفر میں اختلاف رکھتے ہیں اور عدمِ کفر کو ترجیح دیتے ہیں پس قول عدم کفر راجح اور قول کفریت شیئاً للہ مرجوع ہے اور اس قول کے مرجوع ہونے کی وجہ یہ لکھتے ہیں کہ خدا تعالےٰ کو حضرت شیخ کا محتاج سمجھتے ہوئے شیخ سے کوئی چیز خدا کے لئے طلب کرے اور یہ صاف ظاہر ہے کہ ایسا لغو عقیدہ کسی اجہل مشرک کا ہو تو ہو مگر کسی سمجھدار مسلمان کا نہیں ہو سکتا۔ پس فقہاء نے ایسے عقیدے کو کفر لکھا ہے، نہ کہ اس عقیدہ کو جو صوفیائے کرام کا ہے۔ صاحب فتاویٰ خیر یہ فرماتے ہیں۔ وَھٰذا لا یختلج فی خاطر احدٍ یعنی حضرتِ شیخ کے متعلق ایسا خیال کسی کے دل میں نہیں گزرتا کہ حق تعالیٰ ان کا محتاج ہے، اور تمام فقہاء پہ قولِ راجح کا اتباع لازم ہے جیسا کہ دُرِّ مختار میں ہے، واما نحن فعلینا ماتبع ما رجحوہ وما صححوہ کما افتوا فی حیٰوتھم الخ پس ہم پر اس چیز کی تابعداری لازم ہے جس کو انہوں نے ترجیح دی اور صحیح فرمایا، جیسا کہ علمائے سابقین نے اپنی زندگی میں فتویٰ دیا تھا اور ردالمحتار یعنی شامی میں اس قول کے نیچے فرماتے ہیں، لا نستغنا فی لفتھم یعنی ہمیں ان کے مخالفت کی گنجائش نہیں، درِّ مختار

marfat.com
Marfat.com

میں ہے کہ قول مرجوع پر حکم کرنا اور فتویٰ دینا جہالت اور خرقِ اجماع ہے یعنی اجماع کو توڑنا ہے اور ردالمحتار میں فرمایا کہ قولِ مرجوع منسوخ ہوتا ہے' اور اشباہ وغیرہ میں تحریر ہے کہ منسوخ پر عمل کرنا حرام ہے' صاحب خیریہ فرماتے ہیں' مَن قال شیئاً لِلّٰہ قال بعض یکفر ولا وجہ کذالک احد کہ جس کسی نے شیئاً للہ کہا وہ بعض کے نزدیک کافر ہے حالانکہ اس کے کفر کی کوئی وجہ نہیں۔

منکرین یہ بھی کہتے ہیں کہ فقہار کلمہ مختلفہ کے قائل کو اگرچہ اس کی تاویل ہی کیوں نہ کی گئی ہو معذور نہیں سمجھتے۔ ان کا یہ قول محض جھوٹ اور افتراء ہے۔ کتب فقہ میں قولِ منکرین پر اتفاق فقہاء ثابت نہیں بلکہ قائل کلمہ مختلفہ ماولہ (تاویل کیا گیا) کے متعلق حکم ہے کہ قاضی اور مفتی کو چاہیے کہ قائل کی تاویل قبول کریں۔ حضرت ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں

و لو قال لسلطان زماننا عادل یکفر لانہ جائر بیقین و من سمی الجور عدلاً یکفر وقیل لا لان لہ تاویلہ وھو ان یقول اردت بہ انہ عادل عن غیرنا اوھو عادل عن طریق الحق قال اللّٰہ تعالیٰ ثمّ الذین کفروا یعدلون انتھی وحاصلہ ان نقطھا عادل یحتمل کونہ اسم فاعل من عدل عدلہ ظلم وجار او من عدل عدولاً ای اعراضاً فاذا کان اللفظ محمداً فلا یحکم بکونہ کفرا الا اذا اصرّ بانہ نوی المعنی الاول فتامل ونظیرہ فی المعاملات ما ذکروا فی الطلاق و العتاق من الکنایات فانھا یتوقف حکمھا علی النیات لا یسما وقد ذکروا ان المسئلۃ المتعلقۃ بالکفر اذا کان لھا تسع وتسعون احتمالا تکفرو احتمال واحد فی نفیہ فالاولی للمفتی والقاضی ان یعمل باحتمال النافی لان الخطاء فی ابقاء الف کافر اھون من الخطاء فی افناء مسلم واحد وفی مسئلۃ المذکورۃ تصریح بانہ یقبل من صاحبھا التاویل فلانا لما ذکرہ بعضھم علی خلاف ھذا القبیل۔ (اگر کوئی کہے کہ ہمارے زمانے کا بادشاہ عادل ہے تو وہ کافر ہو جاتا ہے' اس لئے کہ وہ بادشاہ یقیناً ظالم ہے اور جو کوئی ظلم کا نام عدل رکھے تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ وہ کافر نہیں ہوتا کیونکہ اس کلمے کی تاویل صحیح ہے جبکہ قائل کا اس کلمے سے یہ ارادہ تھا کہ یہ بادشاہ دوسرے بادشاہوں کی

marfat.com
Marfat.com

بہ نسبت عادل ہے، یا حق سے رُو گردانی کرنے والا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے، کہ کافر اپنے رب سے منہ پھیرنے والے ہیں (پس عدل ذو معنی ہُوا) حاصل کلام یہ کہ لفظ عادل احتمال رکھتا ہے کہ یہ عدل (ضد ظلم) سے اسم فاعل ہے اور عدول (منہ پھیرنے والا) کے معنی میں بھی ہے پھر جب ایک لفظ کئی معنوں میں مستعمل ہو تو قائل کے کفر پر حکم نہ کیا جائے گا جب تک کہ وہ اس کی تصریح نہ کر دے اور اس کی نیت معنی کفر کی طرف ہو پس اس میں تاویل کرنا چاہیئے اور اس کی مثال معاملات طلاق و عتاق میں ہے کہ ان میں کنایات مذکورہ ہوتے ہیں اور کنایات کا حکم نیت پر موقوف ہوتا ہے جس کا ذکر مجتہدین اور محققین نے کیا ہے کہ جب کوئی مسئلہ کفر کے متعلق ہو، اور اس مسئلہ کفر میں ننانوے وجوہات کفر کی ہوں اور ایک وجہ نفی کفر کی ہو، ایسی حالت میں مفتی اور قاضی کے لئے لازم ہے کہ نفی کفر کی وجہ کو ملحوظ رکھیں کیونکہ ہزار کافر کو کفر میں چھوڑنے کی خطا ایک مسلم کو فنا میں ڈالنے سے آسان ہے اور مسئلہ مذکورہ میں مجتہدین نے ان معنی میں تصریح کی ہے کہ قائل کلمہ مختلفہ کی تاویل قبول کی جائے بشرطیکہ وہ صحیح تاویل کرے۔ بعض فقہاء نے اس کے خلاف بھی کیا ہے۔ الخ

اکابر اولیائے امت و اجلہ علمائے ربانی میں سے بے شمار حضرات اس کلمہ کے قائل ہیں جن کی تعداد احاطۂ شمار سے باہر ہے، حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ بانی طریقہ نقشبندیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کے آگے یہ دو شعر پڑھیں۔

مُفلسانیم آمدہ در کوئے تو　　شیئاً للہ از جمال رُوئے تو

دست بکشا جانب زنبیلِ ما　　آفریں بر دست و بر بازوئے تو

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آپ نے بکمال ادب ایسا کیا تھا اور کہا تھا کہ ہمارے جنازے کے آگے فاتحہ کلمۂ طیب، یا کوئی آیت پڑھنا سوءِ ادب ہے اس لئے یہ شعر پڑھے جائیں۔ شاہ صاحب مذکور فرماتے ہیں کہ میں بھی کہتا ہوں کہ میرے جنازے کے آگے بھی یہی دو شعر پڑھے جائیں نیز آپ نے لکھا ہے کہ میں ایک دن حضرت خواجہ قطب الدین کے مزار اقدس پر حاضر ہوا اور شیئاً للہ شیئاً للہ کہا۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک حوض پانی سے لبریز ہے اور اس کا پانی کناروں سے گر رہا ہے۔ مجھے القا ہوا کہ تیرا سینہ

marfat.com
Marfat.com

نسبتِ مجددیہ سے معمور ہے، اس میں کسی دوسری نسبت کی گنجائش نہیں شیخ المشائخ جناب شہاب الدین سہروردی (بانی طریقہ سہروردیہ) اپنی کتاب عوارف المعارف میں لکھتے ہیں

کان الصالحون یسئلون الناس عند الفاقتہ ونقل عن ابی سعید الخرازانہ یمد یدہ عند الفاقتہ ویقول شیئاً للّٰہ یعنی نیک آدمی بھوک کے وقت لوگوں سے سوال کرتے تھے اور ابی سعید خراز سے منقول ہے کہ بھوک کے وقت لوگ ہاتھ دراز کرتے تھے اور شیئاً للّٰہ کہتے تھے۔

مواہب اللدنیہ میں ہے کہ ایک شخص پھٹے پرانے کپڑے پہنے حضرت شیخ ابوالحسن قطب شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آیا اور آپ کے اچھے لباس پر اظہارِ تعجب کیا حضرت موصوف نے فرمایا یا ھٰذا ھیئاتی تقول الحمد للّٰہ وھیئاتک ھٰذہ تقول شیئاً للّٰہ، یعنی میری صورت الحمد للہ کہتی ہے اور تیری صورت شیئاً للہ کہتی ہے۔

تمت بالخیر

marfat.com
Marfat.com

تفسیر نعیمی

ایک بے مثال تفسیر

اعتقادی اور نظریاتی نشو و نما کا مُرقع

ایک سو دس (۱۱۰) تفاسیر کا نچوڑ

عقائد باطلہ کا مسکت رَد

شریعت و طریقت کے اسرار و رموز کا جامع ذخیرہ

صوفیانہ اشارات و تنقیحات کا چشمہ

آپ اس تفسیر کو خود پڑھیں

احباب کو پڑھنے کی ترغیب دیں۔

اپنے کتب خانہ کی زینت بنائیں۔

یہ تفسیر آپ کو بہت سی تفاسیر کے مطالعہ سے بے نیاز کرے گی

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور